

تباہوت کا راز



اشتیاق احمد



ماہنامہ شہدائے سہولت
پاکستان اور اردو جہاد
آخری حسن آباد



محمود فاروق و فرزانہ
اور — انیسٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۳۶۶

مناہوت کا راز

اشتیاق احمد

جادوگر

یاد محمود۔ مجھ سے یہ موم بتیاں نہیں بچھ رہیں؟
 یہ بات زبیر نے اس کے کان میں کہی تھی۔ سب
 لوگوں کی نظریں اس وقت زبیر پر ہی جمی تھیں۔ وہ مشہور
 ریاضی دان تیمور عالم کا بیٹا تھا اور محمود اور فاروق کا کھاس خیلو۔
 آج چونکہ اس کی سالگرہ تھی، اس لیے تیمور عالم کی کونٹھی میں
 شادی کا سماں تھا۔ ہر سال زبیر کی سالگرہ بہت دھوم دھام
 سے منائی جاتی تھی، شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ تیمور عالم
 کے ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کے علاوہ تین بیٹیاں تھیں۔
 اس وقت سب لوگ اس انتظار میں تھے کہ زبیر موم بتیاں
 بجائے، ایک کاٹے اور سب لوگ اسے مبارک باد کہیں۔
 ابھی نصف منٹ پہلے زبیر موم بتیوں پر جھکا تھا اور آہستہ
 انداز میں اس نے موم بتیوں پر پھونک ماری تھی، لیکن جب
 اس سے کوئی موم بتی نہ بجھ سکی تو اس پاس کھڑے دوستوں

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں۔
 - آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرتا۔
 - کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں۔
 - آپ نے کسی کو رات تو نہیں دے رکھا۔
 - آپ کے ذہن گمراہوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔
- اگر ابھی باوجود یہ سب کہنے ایکے ابھی ابھی ہر
 تو ناولہ اندر کھڑے رکھ دیے، پہلے نماز اور دوسرے
 کاموں سے فارغ ہو لیے، پھر ناولہ پڑھیں۔ شکریہ!

اشتیاق احمد

نے کہا :

"یاد ذہیر - اب مذاق نہ کریں - جھوٹ موٹ کی چوہک
نہ مارے گا۔"

ذہیر نے پریشان ہو کر سب پر ایک نظر ڈالی اور محمود
کے کان میں کہا :

"یاد محمود - تجھ سے یہ موم بتیاں نہیں تجھ رہیں۔"

"کیا مطلب - بھی زور سے چوہک مارو نا - موم بتیاں بچھاؤ
بھی کوئی شکل کام ہے۔"

"میں پورے زور سے چوہک مار چکا ہوں۔" اس نے
سرگوشی کی -

"نہیں - محمود کے منہ سے نکلا۔"

"یہ تم آپس میں کیا سرگوشیاں کرنے لگے جی - بہت
بڑی بات ہے ، اتنے لوگوں کی موجودگی میں دو آدمی سرگوشیاں
کرنے لگیں تو اسے محفل کے آداب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔
تیمور عالم نے ناخوش گوار انداز میں کہا

"جی ڈیڈی - میں ابھی موم بتیاں بچھاتا ہوں - ذہیر نے چوہک
کر کہا اور پھر موم بتیوں پر جھک گیا - اس نے ایک زور دار
چوہک ماری ، لیکن کسی موم بتی کا شعلہ ہلا تک نہیں -

"یہ کیا - آخر تم بار بار جھوٹ موٹ کی چوہک کیوں مار

رہے ہو - مذاق بہت ہو چکا - تیمور عالم بولے -

"آپ کے فرزند جھوٹ موٹ کی چوہک نہیں مار رہے۔
ایسے میں انکسٹر جمشید کی آواز گونجی - وہ قد سے خاصے پر
کھڑے ، سب کچھ دیکھ رہے تھے -

"کیا مطلب ؟ تیمور عالم نے چوہک کر کہا -
"ان سے موم بتیاں بچھ نہیں رہیں۔"

"کیا مطلب ؟ تیمور عالم اچھلے -

"میں غلط نہیں کر رہا - آپ ذہیر سے پوچھ لیں۔"

"کیوں ذہیر - کیا بات ہے - تم صحت مند ہو - بیمار بھی

نہیں ہو - پھر تم سے یہ موم بتیاں کیوں نہیں بچھ رہیں؟

"میں کیا کر سکتا ہوں - آبا جان - ان موم بتیوں سے

پوچھیں - یہ کیوں نہیں بچھ رہیں۔" اس نے بے چارگی کے عالم
میں کہا -

"یہ - تم نے کیا کہا - میں موم بتیوں سے پوچھوں - ان بے ہوش

بیمیزوں سے - یہ بولنا کیا جائیں۔"

"تب پھر - میں کس طرح بتا سکتا ہوں کہ یہ کیوں نہیں بچھ

رہیں۔ ذہیر نے کندھے اچھکائے -

"ذہیر ٹھیک کر رہے ہیں - تیمور صاحب - محمود - ذرا تم چوہک

مارنا۔" انکسٹر جمشید بولے -

۱۵
"میں پر فیسر واقعہ کی طرف دیکھا :
"پر فیسر صاحب - آپ آگے آئیں اور موم بتیاں بجھائیں :
"موم - میں - یعنی کہ میں - پر فیسر واقعہ بکلا کے -
"آگے آئیے - اس طرح کوئی آپ کی سالگرہ نہیں بن جائے
گی : انپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا -

"اچھ - چھا - وہ بولے اور آگے بڑھے :
"لیکن بھئی - میری پھونک میں بھلا وہ نور کہاں - جو
تمہاری پھونک میں ہے : انھوں نے شروع کر کہا -
"آپ کی پھونک ذرا سانس پھونک ہو گی انکل - فرزند
بول اُٹھی -
"بھئی واہ - سانس پھونک - یہ تو کسی ناول -
"بس چپ - آج کسی ناول کا نام نہیں رکھا جائے گا -
"حمود نے جھٹا کر کہا - دونوں زیر کے دائیں بائیں کھڑے تھے -
"مارا گیا : فادوق بولا -

"کون مارا گیا - یہاں تو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آ رہا -
"جو مارا گیا ہو : خان رحمان نے حیران ہو کر کہا -
"آپ سمجھے نہیں انکل - بے چارہ ناول نگار مارا گیا :
"ان کا کیا ہے - مارے جاتے ہی رہتے ہیں :
"دھت تیرے کی - آخر شروع کر دیں نا اوٹ پٹانگ

اب تو ساری محفل سکتے میں آ گئی - انپکٹر جمشید بھی
کوئی موم بتی نہیں بجھا سکے تھے - انھوں نے بے چارگی کے

۱۶
"میں پر فیسر واقعہ کی طرف دیکھا :
"پر فیسر صاحب - آپ آگے آئیں اور موم بتیاں بجھائیں :
"موم - میں - یعنی کہ میں - پر فیسر واقعہ بکلا کے -
"آگے آئیے - اس طرح کوئی آپ کی سالگرہ نہیں بن جائے
گی : انپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا -
"اچھ - چھا - وہ بولے اور آگے بڑھے :
"لیکن بھئی - میری پھونک میں بھلا وہ نور کہاں - جو
تمہاری پھونک میں ہے : انھوں نے شروع کر کہا -
"آپ کی پھونک ذرا سانس پھونک ہو گی انکل - فرزند
بول اُٹھی -
"بھئی واہ - سانس پھونک - یہ تو کسی ناول -
"بس چپ - آج کسی ناول کا نام نہیں رکھا جائے گا -
"حمود نے جھٹا کر کہا - دونوں زیر کے دائیں بائیں کھڑے تھے -
"مارا گیا : فادوق بولا -
"کون مارا گیا - یہاں تو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آ رہا -
"جو مارا گیا ہو : خان رحمان نے حیران ہو کر کہا -
"آپ سمجھے نہیں انکل - بے چارہ ناول نگار مارا گیا :
"ان کا کیا ہے - مارے جاتے ہی رہتے ہیں :
"دھت تیرے کی - آخر شروع کر دیں نا اوٹ پٹانگ

ہائیں۔ محمود نے جھٹا کر اپنی دان پر ہاتھ مارا۔

پروفیسر داؤد نے موم بتیوں پر زور دار انداز میں چوہنک ماری، لیکن ناکام رہے۔

"اب آپ انکل خان رحمان سے فوجی پھونک لگوائیں۔ سائنسی پھونک تو کوئی کام دکھا نہیں سکی۔" داؤد قی بولا۔

"یہ چکر کیا ہے۔ آخر ان موم بتیوں کو ہو کیا گیا ہے۔ یہ مجھ کیوں نہیں دیتیں۔ کسی نے کہا۔

"ان موم بتیوں میں بس یہی بات بُری ہے۔ بجھنے سے انکار کر دیتی ہیں۔" داؤد قی نے بُرا سا مزہ بنایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ پہلے کبھی ایسا ہوا ہے۔ جو تم یہ کہہ رہے ہو۔ محمود نے اسے گھورا۔

"اچھا تو پھر۔ تم ہی کہو۔"

"کیا کہوں؟ اس نے تنک کر کہا۔

"یہ کہ۔ یہ موم بتیاں کیوں نہیں بجھ رہیں۔"

"ان پر ضرور کسی جن بھوت کا سایہ ہو گیا ہے۔" محمود نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بات کرتے ہو؟" فرزانہ بولی۔

"اور کیا بات کروں۔ اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔"

"کیا ہماری اس محفل میں کوئی جادوگر ہے؟" انکسٹر مشید نے پوچھا کر کہا۔

"ہاں! ہیں۔ یہاں موجود ہوں۔"

نزدیک ہی کھڑے ایک لمبے قد کے ڈبے پتلے آدمی نے کہا۔ وہ کچھ زیادہ ہی لمبا لگتا تھا، شاید زیادہ پتلا قبل ہونے کی بنا پر۔ اس کے چہرے کے نقوش بھی عجیب سے تھے۔

"آپ جادوگر ہیں؟" تیمور عالم نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں! بالکل۔" اس نے کہا۔

"لیکن آپ ہیں کون؟" تیمور عالم نے جھٹا کر کہا۔

"جادوگر۔" وہ مسکرایا۔

"اوہو۔ میرا مطلب ہے۔ آپ کو میں جانتا تک نہیں۔

اور یہاں سب لوگ دعوت نامے کے ذریعے آئے ہیں۔ پھر

آپ کس طرح اندر آئے؟" تیمور عالم نے جھٹائے ہوئے انداز

میں کہا۔

"آپ کے پہرے داروں نے مجھے روکا ہی نہیں، اس طرح

میں اندر آ گیا۔" وہ مسکرایا۔

"خالد۔ مجید۔ تم کہاں ہو؟" تیمور عالم چلائے۔

"ہم ادھر ہیں صاحب! ایک طرف سے آواز آئی۔

تیمور عالم اس طرف گھوم گئے،

”تم نے اسی شخص کو اللہ رکھنا کہنے دیا ہے“
 ”یہ غلط کو کہتے ہیں۔ صاحب! ام سے ابھی اللہ دماغ
 ہوتے نہیں ہو سکتا؟“
 ”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا یہ تمہاری آنکھوں میں دماغ
 جھونک کر داخل ہو گیا؟“
 ”ام کیا کہہ سکے؟ امی صاحب! وہ تو بوسے۔“
 ”آپ بتائیں۔ اگر آپ کوئی دماغ = اللہ کی طرح دماغ
 ہوتے؟ تیمور عالم بوسے۔“
 ”ہیرا لام درو تیمور = عورت ہے۔ اللہ میں شہید ہوں
 آپ حاری کو لیں۔“
 ”اللہ = تو آپ حیرت انگیز کہ آپ دیکھنے کا کام کسٹری
 تیمور عالم نے چوک کر کہا۔“
 ”آپ آپ نے ٹھیک کہا؟ اسی نے توئی ہو کر کہا۔“
 ”اللہ آپ اللہ کی طرح دماغ ہوتے؟“
 ”اپنے کہ آپ کے کہہ رہے۔ آپ کے سر سے دارے
 دیکھ رہی نہیں تھے۔ مثلاً اگر آپ یہ نہ کہیں تو میں آپ
 کے سامنے کوٹھی کے اللہ جا سکتا ہوں۔ لیکن آپ کوئی
 مجھے اللہ جانتے نہیں دیکھ سکیں گے۔ آپ یہ بتائیں۔ اللہ کے
 کیا چیز اٹھا کر لائن؟“

”آپ ہیرا لام سے کہیں؟ تیمور عالم نے سوچتے ہوئے
 کو دیا۔“
 ”اللہ تم کہاں دیکھ رہے؟“
 ”سمری کے ساتھ چھوٹی پینٹر۔“
 ”او کے۔ آپ آپ کوئی ہیرا لام دیکھ رہے؟ او کے
 اس نے دیکھ ماروں کے اللہ میں لائی بھائی اور ہیرا لام
 ہی لکھے تم اس کے لکھ میں نظر کیا۔“
 ”نہیں۔ تم اللہ نہیں لکھے۔ تم یہیں کھڑے رہتے ہو۔“
 ”اگر اللہ کے نور سے تم آگیا ہوا ہے اللہ سے تیمور عالم
 نے پتلا کر کہا۔“
 ”یہ بات ہیرا لام نہیں ہے۔ میں اللہ کی ہوں۔ آپ کو
 بتا سکتا ہوں۔ آپ کے کہہ رہے ہیں کیا کہہ رہے؟“
 ”اچھا۔ مثلاً تیمور عالم نے کہا۔“
 ”ایک بڑی سمری۔ تیمور کے ساتھ ساتھ دیکھی ہوگی ہے
 کرہاں۔ وہ چھوٹی پینٹر۔ تیمور ہی ہیرا لام۔ اسی دماغ۔
 میں غلط تو نہیں کر رہا؟“
 ”نہیں۔ میں تیمور عالم نے کھوئے کھوئے اللہ میں کہا۔“
 پھر بوسے۔“
 ”اچھا تیمور۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہیرا لام میں

"اس بھی مقصد تھا۔ میں اپنے کمالات کی ایک جھلک دکھا کر لوگوں کو مجبور کر دیتا ہوں اور پھر وہ مجھ سے وقت لے لیتے ہیں۔ میرا معاوضہ ادا کر دیتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ہزاروں ہمارے لوگ آجائے گا۔ میں ان سب دوستوں کو پھر بلا لوں گا۔"

"نہیں جناب۔ ہزاروں کی تاریخ اب ہے۔ پندرہ دن سے پہلے کی تاریخ نہیں مل سکے گی۔ کھیل ایک گھنٹے کا پیش کیا جائے گا۔ میرے ساتھ میرے دو ساتھی اور ہوں گے۔ اور ہمارا معاوضہ ایک گھنٹے کے کھیل کا صحت دس ہزار روپے ہو گا۔"

"دس ہزار روپے۔"

"ہاں! اگر یہ منظور نہیں۔ زیادہ گتا ہے تو پھر میں اگلا چاہوں گا۔"

"نہیں نہیں۔ آپ سے پندرہ دن بعد کا پروگرام ملے گا۔ میں ابھی آپ کو دس ہزار روپے کا چیک کھینچ دیتا ہوں۔ تیمور عالم نے گجرا کر کہا۔"

چیک لے کر وہ چلا گیا۔

"اس پروگرام میں، ہم بھی آئیں گے۔" انیشیٹو بڑھانے۔

"آپ۔ اور جادو کا کھیل دیکھیں گے۔" محمود نے حیران

نہیں بچے رہیں؟

"میں نے ان کے فعلوں کو جام کر دیا ہے۔"

"مہربانی فرما کر ان پر سے اپنا اثر ہٹالیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اس نے کہا اور منہ میں کچھ پڑھا،

پھر بولا:

"اب بچا ہے۔"

زیر نے چوٹک ماری۔ موم تیاں بچ گئیں۔ ایک کاٹے جانے اور کھانے پینے کے بعد کسی نے کہا:

"جادوگر صاحب سے کچھ اور کھیل دیکھنے چاہیں۔"

"سودی! میں قسمت کھیل نہیں دکھاتا۔ مجھے تو بڑی

بڑی مخلوق میں بلایا جاتا ہے۔ میں اپنا معاوضہ پہلے وصول

کرتا ہوں اور پھر وہاں جا کر کھیل پیش کرتا ہوں۔"

"ہوں! خیر۔ ہم آپ کو معاوضہ دیں گے۔ آپ کھیل دکھائیں۔"

"میں اس طرح بھی کھیل نہیں دکھا سکتا، کیونکہ سالان میرے پاس نہیں ہے۔ ہاں کوئی دن ملے کر لیں۔ معاوضہ ادا کر دیں۔ میں مقررہ دن آ جاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ کا معاوضہ کتنا ہے۔ اور یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟"

”شیطان؟ اس نے کہا۔

”شیطان۔ کیا مطلب؟

”میں اس کی شکل صورت بنا سکتی ہوں۔ میں کسی بھی چہرے کو ایک نظر دیکھ لوں تو اس کی تصویر بنا سکتی ہوں۔ چاہے آپ لوگ مجھ سے بنوا کر دیکھ لیں۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”اس میں شک نہیں۔ تینہ بہت اچھی آرٹسٹ ہے۔“
”اچھی بات ہے۔ آپ تصویر بنا کر دکھا دیں۔ آپ کو کس شکل صورت کا آدمی نظر آیا تھا؟

”ہم اسے آدمی تو ہرگز نہیں کہہ سکتے۔“

”خیر وہ جو کچھ بھی تھا۔ بس آپ شکل بنا دیں۔“ انپکٹر جمیڈ نے کہا۔

اس نے کاپی اور فیل سنہالی اور تصویر بنانے لگی۔
صرف پانچ منٹ بعد اس نے کاغذ ان کی طرف کر دیا۔ وہ پہلے ہی تصویر بننے دیکھتے رہے تھے۔ یہ ایک نہایت خوفناک شکل تھی۔ اور بلاشبہ اس کو دیکھ کر شیطان کا لفظ دماغ میں آتا تھا۔ انتہائی ڈراؤنی صورت۔ بہت بڑی بڑی باہر کو ابلی ہوئی آنکھیں، جن میں بے تماشہ دہشت تھی۔ آنکھوں کے اوپر ٹکوں کی طرح کھڑے بال۔ ناک کی جگہ ایک بڑا

لندنا سوراخ۔ دو دانت نوکیلے، ہونٹوں سے بالکل باہر نکلتے ہوئے بغرض انھوں نے اس قدر خوفناک شکل آج تک دیکھی ہوگی۔

”تو آپ کو اس شکل کی جان دار چیز نظر آئی تھی؟

”صرف نظر آئی تھی۔ بلکہ وہ میری طرف پلکا تھا۔

میرے منہ سے چیخ نکل گئی تھی۔ اور پھر میں بے ہوش ہو گئی ہوں گی، کیونکہ اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں۔“

”ہوں۔ ہمیں اس جگہ کا اور اس پاس کا معائنہ کرنا چاہیے۔“ انپکٹر جمیڈ بڑبڑاتے۔

انھوں نے اکوام کو فون کیا اور پھر خود معائنہ کرنے لگے۔ انھیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ فرش پر بہت بڑے بڑے قدموں کے نشانات تھے۔ اتنے بڑے نشانات کم از کم کسی انسان کے تو ہو نہیں سکتے تھے۔

”آف مالک۔ اتنے بڑے نشانات۔ تو کیا ٹینہ ٹیک

کر رہی ہے۔ وہ واقعی کوئی شیطان تھا۔“

”شیطان جسمانی حالت میں نہیں آ سکتا۔ اس کے قدموں

کے نشان نہیں بن سکتے۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان

نہیں تھا۔ انسان سے ملتی جلتی کوئی اور مخلوق تھی، لیکن یہ

نہیں کہہ سکتے کہ وہ کوئی شیطان تھا۔

"ہوں۔ ایک انگوڑا انسان نہیں تھا تو پھر کیا تھا؟" انہی نے کہا۔

یہ سنا ہے۔ کسی دوسرے میلے کی محفول نہیں پر اتر آئی ہو۔ تو عالم نے خیال ظاہر کیا۔

"تین صاحب کے علاوہ اندر اور کون کون تھا؟" انپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"میری رہی۔ دو چھوٹی بچیاں۔ اور بس۔ باقی سب لوگ تو باہر ہی تھے۔"

"لیکن یہ بچیاں۔ دعوت میں کیوں شریک نہیں تھیں؟" انپکٹر جمشید کے لیے میں حیرت تھی۔

"میری بیوی تو پردے کی سخت پابند ہے۔ بچیاں بہت زیادہ شرمیلی ہیں۔ ایسی محفول ہے بہت گھبراتی ہیں اس لیے ان چادروں میں سے کوئی بھی باہر نہیں تھا۔"

"اور اچھا۔ خیر۔ تین صاحب۔ جب آپ نے اس شیطانی نمونہ کو دیکھا۔ تو آپ کی امی اور بہنیں کہاں تھیں؟" انپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"وہ اپنے کمرے میں پڑے تبدیل کر رہی تھیں۔ میں کوئی چیز لینے ڈیڈی کے کمرے میں آئی تھی۔ بس وہیں میں نے اس شکل کو دیکھا اور خوف۔۔۔ ہو کر باہر کی طرف

دوڑی۔ لیکن پھر بیچ مار کر گر گئی۔ اور بے ہوش ہو گئی۔ مجھے

ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ میرے تعاقب میں ہوا اس کے ڈرے ڈرے انداز میں بتایا۔

"شیمور عالم صاحب۔ آپ اپنی چیزوں کا جائزہ لے لیں۔ کوئی چیز تو غائب نہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا ہے۔ جیسے

وہ ہانڈوگر اسی لیے آیا تھا۔"

"میں مطلب؟" شیمور عالم اچھل پڑے۔

"یہ کہ وہ ہم سب کو باہر اپنے کھیل میں لگائے رکھے اور وہاں اس کا سامھی اپنا کام کرتا رہے۔ وہ آپ کی کٹھی سے

کوئی چیز اڑانے آئے تھے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ وہ خوف زدہ انداز میں چلائے۔"

"آپ بہت ڈر گئے۔ خیر تو ہے۔"

"ہاں! میری تجوری میں۔ بہت سی اہم سرکاری دستاویزات ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی گم ہو گئی تو میں مارا جاؤں

مجھے بے موت۔"

"تو پھر سرکاری فرما کر فوراً اپنا کام شروع کر لیں۔ چیک کر لیں۔ وہ سب موجود ہیں یا نہیں؟" انپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں؟"

انھوں نے کہا اور سب کو کھول کر اس کا ہاتھ لینے لگے۔ باقی سب لوگوں کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔ پندرہ منٹ بعد وہ ان کی طرف مڑے اور بولے :
"تمام سرکاری چیزیں موجود ہیں۔"
"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں۔" انیکٹر جھینڈ نے مطمئن ہو کر کہا۔

اسی وقت اکرام آگیا۔ اس نے ساری بات سن کر اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینا شروع کیں۔ قدروں کے نشانات نہایت احتیاط سے محفوظ کر لیے گئے۔ ایسے میں انیکٹر جھینڈ نے کہا :

"اب جس روز وہ کھیل دکھانے آئے۔ اس روز بہت محتاط رہنا ہوگا۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ دستاویزات آپ اپنے دفتر میں منتقل کر دیں۔"

"اگر کوئی ایسی بات ہے تو پھر میں اس کا پروگرام کینسل کر دوں۔"

"نہیں۔ ایک تو آپ اسے رقم دے چکے ہیں۔ دوسرے میں اسے ابھی طرح چیک کرنا چاہتا ہوں۔ اور اب وہ یہاں آئے گا تو پوری کوٹھی پر نظر رکھی جائے گی۔ اگر وہ کوئی پکر باز ہے تو اس کا پول فوراً کھول دیا جائے گا۔"

"ابھی بات ! آپ کو جو مناسب معلوم ہو۔ کریں۔ میں دخل نہیں دوں گا۔"
"ہوں شکریہ۔ اب ہم چلیں گے۔ ویسے میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ وہ جاؤں گے کوئی نہ کوئی کام ضرور دکھائے گا۔ انھوں نے کہا۔"

"تب پھر وہ جہاں کہیں بھی ہے۔ ہم اس کی نگرانی شروع کرا دیتے ہیں۔"

"ہم نے اس سے اس کا پتا نہیں پوچھا۔ اور دس ہزار دے دیے۔" انیکٹر جھینڈ مسکراتے۔

"اب چاہے وہ آئے ہی نہ۔"

"آئے گا وہ ضرور۔ اور ہم اس کے استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"بہت بہت شکریہ ! انھوں نے کہا۔"

وہ دہان سے روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی آئی جی صاحب کا پیغام ملا۔ وہ انھیں فوراً دفتر بلا رہے تھے۔ وہ ان کے دفتر میں داخل ہوئے۔ تو انھیں حدود درجے فکر مند پایا۔

"آگاہ۔ سب لوگ ساتھ ہیں۔"

"ہم ایک عدد انوکھی دعوت میں گئے تھے۔"

"انوکھی پہلے ہی تھی یا بعد میں ہو گئی؟ آئی جی صاحب

اور کئی سکوائے۔

”جی، بعد میں ہوئی، لیکن آپ کیوں فکر مند ہیں؟“

”بوڑا کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟“

”جی۔ بوڑا۔ کتنا ہے۔ بہت خطرناک آدمی ہے۔“

کا خاص جاسوس ہے۔

”ٹل۔ بہت زیادہ۔ اسے ہمارے ملک میں بلایا گیا۔“

ہمارے کچھ جاسوسوں نے بھی اطلاع دی ہے کہ اسے

ظہیر ہمارے دارالحکومت میں بھیجا گیا ہے۔ کیوں بھیجا

ہے۔ ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“

”پہلی بات آپ نے یہ بتائی ہے کہ اسے ہمارے دار

الحکومت بھیجا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کہاں اور کس حالت میں؟“

جمیڈ نے پوچھا۔

”جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ بوڑا کو ادھر بھیجا گیا ہے

میں نے اپنے خاص کارندوں کو خبردار کر دیا تھا۔ اس

قدرت بعد ایک کارندے نے خبر دی کہ وہ آچکا ہے

اس نے اسے دیکھا بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ

گریٹس میں موجود تھا، لیکن پھر اپنا ملک اس کی نظروں سے

ہو گیا۔ اور وہ کوشش کے باوجود اسے نہ پا سکا۔“

اس کا عمل؟

”چوٹا ساقد۔ نہایت دہلچٹا سا آدمی۔ دیکھتے ہیں

پانگل بے ضرر۔ اس کی آنکھیں پھوٹی اور سیاہ رنگ کی ہیں۔“

ناک بہت باریک سی۔ پیشانی ضرورت سے زیادہ چوڑی۔“

ہاتھ پیر پانگل پتے دہتے ہیں۔ ہاتھ ہر دوں محسوس ہوتا

ہے کہ اگر کوئی اس کے ایک دھپ بھی رسید کر دے تو

دور جا کرے۔“

”ہوں شکریہ۔ میں ابھی اس کے خلاف کام شروع کرتا

ہوں۔“ انپکٹر جمیڈ نے کہا۔

”ایک بات اور۔ اس کی دائیں کھٹی میں ایک نیلے رنگ

کی چین ہے۔ جس میں سے شعاعیں سی نکلتی محسوس ہوتی ہیں۔“

”اب چلتے چلتے آپ کو اس انوکھی دعوت کا ذرا سا

حال سنا دوں؟ انپکٹر جمیڈ نے کسی خیال کے تحت کہا۔

”چلو سنا دو۔“ وہ مسکرائے۔

انھوں نے تفصیل سنا دی۔ آئی جی صاحب حیران رہ

گئے، پھر بولے:

”تو تم نے کیا نتیجہ نکالا ہے؟“

”وہ اب تیمور عالم صاحب کے ہاں آئے گا تو پھر کچھ

اندازہ ہو گا۔“

”اور اس شیطان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“

”ابن شہر آشوب: سب ایک ساتھ ہوئے۔“

”اب تم لوٹا کی گرفتاری کے لیے کام شروع کر دو۔
جب تک کہ گرفتار نہیں ہو جاتا، فکر سا رکھ رہے گا کہ وہ
نہ جانے کی کھلی کھلانے کے لیے آیا ہے۔ یہ بات تو ملے
ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ گل کھلانے کے چکر میں رہتے ہیں۔“

”جی ہاں! ان کے کھلانے سے ہمیشہ کانٹے دار چول ہی
اگتے ہیں اور ان کانٹوں کی زد میں یہ خود بھی آئے بغیر نہیں
رہتے۔ بنگال ہمارا بدترین دشمن ہے۔ اس بات میں تو
کسی کو بھی شک نہیں۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔“

اسی وقت انیکٹر جشید کی پیشانی پر پرل پڑ گئے۔ انھوں
نے جلدی جلدی کانٹہ پر کچھ لکھا اور ان کے سامنے کر دیا،
انھوں نے کھا تھا:

”ہمدی گفتگو کہیں اس پاس ہی سنی جا رہی ہے۔ آپ
لوگ گفتگو اسی طرح جاری رکھیے۔ میں چیک کرتا ہوں۔
یہ پڑھتے ہی محمود بول اٹھا:

”ابھی چلے جاتے ہیں انکل۔ بہت دنوں بعد تو آپ
سے ملاقات ہوئی ہے۔“

”کیا کہہ رہے ہو بھئی۔ بہت دنوں بعد۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے۔“ بیسے اس چادوگر کا راتھی اندر
موجود تھا۔ اور کچھ کارروائی کرنے میں مصروف تھا۔

”ہوں۔ میں تو اس واقعے سے بھی خطرے کی بھڑک
رہا ہوں۔ تیمور عالم کو اپنے تمام کاغذات کہیں اور منتقل
دینے چاہئیں۔“

”یہ کام میں کر لوں گا۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔“
”یوں لگتا ہے۔“ بیسے کوئی بہت خوفناک پروگرام شروع
ہونے والا ہے۔ انھوں نے کہا۔

”اللہ مالک ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں ہمیں آرام سے کر
بیٹھے دیں گی۔ ان کا تو بس ایک ہی علاج ہے۔“
”اور وہ کیا جشید؟ خان رحمان نے فوراً پوچھا۔
ان سے جہاد کیا جائے۔“

”یہی تو مشکل ہے۔ ہم اتنی بڑی بڑی قوتوں سے
ٹھکانے کی بہت نہیں رکھتے۔ نہ ہمارے وسائل اتنے
ہیں۔ نہ ہم وسائل پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم میں
بس ایک بات ہے، اگر ہم کرنے پر اتر آئیں تو سب
کچھ کر سکتے ہیں۔“ پروفیسر داؤد نے کہا۔

”خیر۔ وہ وقت بھی ان شاء اللہ آئے گا، جب ہم ان
سے جہاد کریں گے۔“

"آئی جی! آپ سے تو صرف ایک دن پہلے ہی امر
ملاقات ہوئی ہو تو بھی ہم یہی غصہ کرتے رہیں گے کہ ملاقات
سویت دہائی بعد ہو رہی ہے؟"

"اگر یہ بات ہے تو آج ہی بھر کر باتیں کر لو، لیکن
بھر اس کا کیا ہے؟"

"آپ کا مطلب ہے۔۔۔ بوڑھا کا؟ عادی قذافی۔۔۔
"اں اس کا اور۔۔۔ کس کا؟"

"اس کا کیا بڑا بڑا ہے۔۔۔ سر۔۔۔ ہم اس کی چٹائی
رنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ اب جب کہ
قذافی ہمارے ملک میں آ گیا ہے۔۔۔ پچ کر تو واپس جائیں
کے گا۔"

"بس۔۔۔ میں چاہتا ہوں آئی جی نے مسکرا کر کہا۔

"آپ سے زیادہ یہ ہم چاہتے ہیں انگل، لنگر کریں؟"

"لنگر کرنے کی باری اب تمہاری ہے۔۔۔ میں تو آپ لوگوں
کے یہاں آنے سے پہلے لنگر نہ تھا۔"

"تب تو آپ نے لنگر دور کرنے کا بہت آسان نسخہ
ڈھونڈ لیا۔"

"کیا کرنا۔۔۔ مجبور تھا انہوں نے کد سے اچکائے۔

"وہیے مجبور عالم کے اُن ہونے والا واقعہ مجھے بار بار

انہیں میں بتا کر رہا ہے۔"

"اب آپ اس کے بارے میں بھی انہیں سے تدارک ہو جائیں
ہم اس معاملے کو بھی دیکھ لیں گے۔"

"میں اس وقت فون کی گفتگو بھی۔ آئی جی صاحب کا فون
تھا۔ انہوں نے ویڈیو آٹھایا اور دوسری طرف کی بات سمجھنے
ہی ان کا رنگ اڑ گیا۔ انہوں اور پیروں میں کئی سی پکی
انہوں نے بالکل عادت غصوں کی۔ آخر ویڈیو دکھ دیا۔"

"تیر تو ہے؟"

"اں! کوئی خاص بات نہیں انہوں نے ہوش پر انگلی
دکھ کر اشارہ کرنے کے بعد کہا۔"

"انہیں انہیں غصوں ہونے لگی۔ انپکٹر جمیل کے واپس آنے

سک آئی جی صاحب انہیں کچھ نہیں بتا سکتے تھے، کیونکہ ان کے

خیال کے مطابق اس کرے میں ہونے والی گفتگو سننی جا رہی

تھی۔ جب کہ دوسری طرف مارے جہے جینی کے ان کا

بڑا حال تھا۔ وہ چاہتے تھے۔ بات انہیں فوراً معلوم ہو

جائے! چنانچہ خزانہ نے اشاروں میں کہا۔"

"انگل۔۔۔ میرا فرما کر کچھ دیکھیے۔ کیا بات ہے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن تم خاموش تو نہ ہو جاؤ۔ آئی جی روئے۔"

"عجب بات ہے۔ خزانہ نے فوراً کہا۔"

ایک دھماکا

انسپکٹر جمشید دبے پاؤں کمرے سے باہر نکلے۔ انھوں نے باریک بینی سے برآمدے کا جائزہ لیا۔ آتی جی صاحب کا چپراسی چوکس کھڑا تھا۔ اس نے انھیں عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ انھوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

ایک ایک کمرے کے سامنے سے گزرتے اور ان میں بھاگتے وہ سرسری انداز میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ آخری کمرے کا دروازہ قریباً بند تھا۔ جب کہ یہ آفس ٹائم تھا۔ وہ دبے پاؤں دروازے کے پاس جا کر رکے اور اندر ہونے والی گفتگو سننے لگے۔ اندر گہری خاموشی تھی، لیکن سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اب انھوں نے اندر بھانکا۔ ایک شخص کانوں پر ہیڈ فون پہن چکا ہے گفتگو سننے میں مصروف تھا۔ اور ساتھ میں اس گفتگو کو

”کیا عجیب بات ہے۔ ہمیں تو یہاں دو دو رنگ کرنی عجیب بات نظر نہیں آ رہی۔“ فاروق نے چاروں طرف دیکھا۔
”عجیب باتیں نظر نہیں آیا کرتیں۔ محسوس ہوا کرتی ہیں۔“ محمود نے منہ بنایا۔

”چلو خیر۔ یہی بتا دو۔ وہ کیا عجیب بات ہے۔“
”جو ہمیں محسوس تک نہیں ہو رہی۔“ فاروق بولا۔
”عجیب بات یہ ہے کہ...“

اسی وقت انھوں نے وہ جملہ پڑھ لیا۔ جو آئی جی صاحب نے لکھا تھا۔ فرزانہ کا منہ کھلا کھلا رہ گیا۔ باقی لوگوں کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

”خیر اس کا یہ ہے کہ...“ دوسرے نے کوئی بات
 نہ کی۔

”میں عرض کرتا ہوں شہرے نے کہا۔“

”یہ تو تم بتاؤ۔“ بچے کوئی اعتراض نہیں۔

”ہم وہ اصل لاپٹ میں آ گئے۔“

”لاپٹ ہی تو انسان کو پھانسی کے تختے تک پہنچاتا ہے۔“

یہ گفتگو جو فوٹ کی جا رہی ہے۔ اس کا کیا کیا جائے گا،

جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے، اس وقت تک میں تم

دگوں کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دے سکتا۔

”رات میرے گھر ایک آدمی آیا تھا، صاحب شاعر ہوتے

نے کہا۔“

”اچھا تو پھر۔“ اس نے کیا کہا؟

”اس نے ہنز فوٹوں کا ایک بڑا بڈل میرے پاس

دکھ دیا اور بولا۔ یہ سب فوٹ تھارے۔ اور کام تمہیں

صرف اتنا کرنا ہو گا کہ ان دنوں آئی جی صاحب کے کمرے

میں ہونے والی گفتگو سنتے رہو اور فوٹ کرتے رہو۔“

میں کانپ گیا، لیکن پھر لاپٹ نے میری آنکھوں پر پردہ

ڈال دیا اور میں نے اس سے کہا۔ یہ کام میں کیا نہیں کر

سکتا۔ میرے کمرے میں بھی کوک اور بیٹھتے ہیں۔ اس

کے بھی رہا تھا۔ کمرے میں تین افراد اور بھی تھے۔ وہ

جھک کر کھجی جانے والی تحریر کو پڑھ رہے تھے۔ وہ دہانے

پادوں اندر داخل ہو گئے۔ ان تینوں کو اس کے اندر داخل

ہونے کو پتہ اس وقت تک جب وہ دروازہ اندر سے بند

کر کے چلتی دکھائے گئے۔

پادوں اچھ کر کھڑے ہو گئے۔ تین کے چہروں پر

خون دھڑ گیا۔

”تم لوگ اس گفتگو کا کرو گے کیا۔“ بچے تو بے انتہا بولا۔

”ک۔ ک۔ ک۔ جی کیا مطلب۔ آپ نے کیا کہا۔“ ایک

گواہ بڑا کر بولا۔

”تم لوگ آئی جی صاحب کے کمرے میں ہونے والی

گفتگو سن رہے ہو اور فوٹ کر رہے ہو۔ کاغذ تھارے

سامنے موجود ہے۔ لہذا کیا مطلب و مطلب کو چھوڑو۔ سیدھی

سادہ بات کرو۔ ہو تو تم لوگ صرف کوک۔ اور کام کر

رہے ہو اتنے اونچے۔ یعنی ملک اور قوم سے غداری کے کام۔

جانتے ہو، اس کی سزا کیا ہے۔ پھانسی سے کم سزا عداوت

کے لئے ہے ہی نہیں۔“

”نہیں۔ نہیں۔ ہم غدار نہیں ہیں۔“

اس کا ثبوت آئیڈیوٹ جیٹ نے منہ بتایا۔

نے فوراً تین پکیٹ اور میرے سامنے رکھ دیئے اور کہنے لگا۔
ان کے بیٹے بھی ایک ایک ہے۔ انہیں یہیں بلا لو اور
مشورہ کر لو۔ چنانچہ میں گیا اور ان تینوں کو اپنے گھر سے
آکھیا۔ پیش کش کے بارے میں انہیں بتایا۔ یہ تینوں بھی
تھوڑی سی بحث کے بعد تیار ہو گئے۔ اس آدمی نے کہا
کہ وہ روزانہ کی رپورٹ میرے گھر سے خود لے جایا کرتے گا۔
اور جناب ہم نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ ملک اور قوم کو
نقصان پہنچانے والی کوئی گفتگو ہونی تو ہم اس تک پہنچایا
نہیں کریں گے۔ باقی باتیں لکھ کر دے دیا کریں گے،
کیونکہ نوٹ تو ہم وصول کر ہی چکے تھے۔ آپ خود دیکھ لیں۔
ہم نے اس گفتگو میں سے کتنے جملے کاٹ دیئے ہیں۔
یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔

انپکٹر جمشید نے تحریر اٹھالی۔ اس میں سے واقعی خاص
خاص جملے کاٹ دیئے گئے تھے۔
”گویا تم یہ تحریر دوبارہ لکھ کر اسے دو گئے اور یہ جملے
اس میں نہیں ہوں گے۔“
”جی ہاں بالکل۔ ورنہ کاٹنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟
اس نے کہا۔
”مجھے تصدی باتوں پر یقین آ گیا ہے، پھر بھی لاچار

کی سزا تم لوگوں کو ملے گی۔ چنانچہ تم اس لیے بیچ
جاؤ گے کہ غلطی سے تم نے اپنے دامن کو بچانے کی کوشش
کی ہے۔ وہ شام کو کس وقت آئے گا؟
”جی شام کو نہیں۔ وہ تو جونہی میں گھر جاؤں گا۔ آجائے
گا۔ گویا پچھلے ہی میرے انتظار میں کھڑا ہو گا۔“

”اور! میں سمجھ گیا: انپکٹر جمشید چونکے۔
”جی۔ آپ کیا سمجھ گئے؟“
”پچھلے تم اس گفتگو کو دوبارہ لکھ لو۔ پھر بتاؤ ہوں۔ وقت
ہمارے پاس کم ہے۔ انھوں نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا،
دفتر کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔
اس نے جلدی جلدی گفتگو نقل کی اور ان کے سامنے رکھ
دی گفتگو پڑھ کر انھوں نے اس کی طرف بڑھادی اور بولے:
”اب تم معمول کے مطابق یہاں سے نکل کر اپنے اپنے
گھر کی طرف جاؤ گے۔ اور تم۔ کیا نام ہے تمہارا؟ انھوں
نے اس سے پوچھا، جسے تحریر لے کر جانا تھا۔

”جی۔ میرا نام سلیم خالد ہے۔“
”ہاں تو مسٹر سلیم خالد۔ تم یہ گفتگو لے کر میرے گھر جاؤ
گے اور جب وہ آئے تو گفتگو اس کے حوالے کر دو گئے،
اسے ہرگز شک نہ ہونے پائے کہ تم لوگوں کے ساتھ

کوئی واقعہ پیش آگیا ہے؟

”جی ہنر! میں ایسا ہی کروں تھا۔ اس نے کہا۔

انپکٹر جمشید ان کے پیچھے دفتر سے باہر نکل آئے۔
وہ ابھی بھول گئے کہ اپنے سب ساتھیوں کو آئی بی
مباحث کے کمرے میں چھوڑ آئے ہیں۔ اس وقت تڑپ
صرف اس آدمی کو دیکھ لینا چاہتے تھے۔ یہ گنگو کے کانڈ
سليم خالد سے حاصل کرنے کے لیے آنے والا تھا۔ سليم خالد
اپنی موٹر سائیکل پر روانہ ہوا۔ گنگو کے کانڈ اس نے
ان کے سامنے اندرونی جیب میں رکھے تھے۔ آخر وہ
گھر پہنچ گیا۔ انپکٹر جمشید نے بہت دور وہ کر اس کا تعاقب
کیا تھا۔ اس کے آگے نکل جانے کا تو خطرہ تھا نہیں۔
انہیں پیچھے لگا کر ہی سليم خالد کو آگے جانا تھا۔ وہاں پہنچ
کر بھی انپکٹر جمشید اس کے نزدیک نہ گئے۔ بلکہ پہلے
آگے نکل گئے۔ اور پھر گاڑی موڑ کر واپس لائے۔
اسی وقت انہوں نے عام سی صورت والے ایک آدمی کو
سليم خالد کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا۔ اب وہ قدرے
نزدیک ہو گئے۔ جلد ہی وہ آدمی باہر نکلا۔ اس نے پاروں
طرف ایک نظر ڈالی اور پھر ایک کار کی طرف بڑھ گیا۔
انپکٹر جمشید نے فوراً اس سمت کا اندازہ کر لیا، جس سمت

۴۳

اس کے جانے کے امکانات تھے۔ لہذا وہ اس ملک پر
پھلے ہی چل پڑے۔ اس طرح اسے تعاقب کا ٹک نہیں ہو
سکتا تھا۔ چند سیکنڈ بعد ہی انہوں نے اسے آتے دیکھا۔
وہ کافی تیز آ رہا تھا۔ لہذا انہوں نے بھی اس کے نزدیک
آنے سے پہلے ہی رفتار بڑھا دی۔ ساتھ ہی انہوں نے
ریڈی میڈ پک اپ بھی کر لیا۔ اب انہیں آسانی سے نہیں
پہچانا جا سکتا تھا۔

وہ آدمی بہت جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ اور انپکٹر جمشید
سے آگے نکل جانے کی کوشش میں تھا۔ انپکٹر جمشید نے
اس وقت ایک ضدی ڈرائیور کی ایکٹنگ شروع کر دی، گویا
وہ ضد پر اڑ گئے تھے کہ اسے آگے نہیں جانے دیں
گے۔ اب دونوں گاڑی ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھیں۔ آخر جب
انہوں نے غصوں کیا کہ اس شخص کی منزل قریب ہے۔ تو
انہوں نے اسے داتا دے دیا۔ وہ آگے نکل گیا۔ اس
دوران انپکٹر جمشید اس کا اچھی طرح جائزہ لے چکے تھے۔
دوسری طرف وہ بھی انہیں دیکھ چکا تھا۔ لہذا دوسرا ریڈی میڈ
پک اپ کرنا پڑا۔

میں اس وقت انہوں نے اسے ایک ہوٹل کے سامنے
رکتے دیکھا۔ انہوں نے دیکھا۔ وہ ہوٹل کریمنٹ تھا۔ شہر

کا ایک انتہائی ہوٹل = صرف شریف اور حد دوپہے امرتسار
اسی ہوٹل میں ٹھہرا پلندہ کرتے تھے = وہاں کے دہانے کے
وکی تو اس میں داخل ہونے کی بھی جرأت نہیں کرتے
تھے ، کیونکہ صرف پائے کا کپ یہاں پہچان دینے کا
تھا۔ اسی شخص نے کار پلنگ میں کھڑی کی اور ہوٹل میں داخل
ہو گیا۔ ایکٹر جمشید بھی پہلے ہی دروازے کے نزدیک پہنچ
چکے تھے۔ دروازے پر کھڑے نگران نے انہیں روکے کی
کوشش کی۔ اور صرف اتنا کہہ سکا:

”سر۔ آپ؟“

”دہانے آگے رہے گئے۔ نگران کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا
رہ گیا۔ اسی قدر جرأت سے کوئی عام آدمی تو ہوٹل میں
داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ یوں بھی داخلے پر تو کوئی پابندی
تھی نہیں۔“

ایکٹر جمشید نے اس شخص کو لفٹ کی طرف جانے
دیکھا۔ وہ گھرا گئے ، کیونکہ اس وقت درمیانی فاصلہ زیادہ
تھا۔ یوں بھی وہ اس کے ساتھ لفٹ میں سوار نہیں ہوا
پہنچتے تھے۔ اسے شک ہو سکتا تھا۔ اسی وقت وہ لفٹ
میں سوار ہو گیا اور لفٹ کا دروازہ بند ہو گیا۔ ایکٹر جمشید
کے ذہن میں بجلی سی گوندی۔ وہ فوراً کاؤنٹر پر پہنچے۔

”بھئی وہ۔ جادوگر کے کمرے کا کیا نمبر ہے؟“
”وہ کسی سے ملاقات نہیں کرتے سر۔ میرا مطلب ہے۔“
پہلے سے وقت بے باقی۔ ان کا کلرک اس طرف بیٹھا ہے۔
وہ ۱۰۔ نیچے لباس والا۔
”میں نے آپ سے اس کے کمرے کا نمبر پوچھا ہے۔“
ایکٹر جمشید نے شک آواز میں کہا۔

”سواری سر۔ انہوں نے منع کر رکھا ہے۔ ان کی ہدایت
یہ ہے کہ کوئی بھی ان سے ملنے آئے۔ ان کے سوک سے بات
کرا دی جائے۔ اور اس وقت اتفاق سے کلرک صاحب مل
میں موجود ہیں؟“

”چانک ایکٹر جمشید کو یاد آیا۔ وہ میک آپ میں ہیں۔
انہوں نے عیب سے ایک کارڈ نکالا۔ اس کارڈ پر ان کا
نام تو نہیں تھا ، البتہ پشیل پولیس کا لفظ لکھا تھا۔“

”اوہو اچھا۔ معاف کیجیے گا۔ اس کے کمرے کا نمبر
نوسو چار ہے۔ آپ کو پانچویں منزل پر جانا پڑے گا۔“
”شکریہ۔ آپ ان کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ اگر بتایا
تو ہوٹل بند ہو سکتا ہے؟“

”ہوٹل تو خیر آپ بند نہیں کرا سکتے۔ مل میں ان سے
کوئی ذکر نہیں کروں گا۔“

لیکن اس وقت تک سٹیج بجلی تھی۔ اور اچانک ددوڑتے
قدموں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ پھر دونوں طرف سے کئی
بیرے ان کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ شاید اسی منزل کے
بیرے تھے اور رہتے بھی اسی طرح تھے۔
"کیا بات ہے؟ کئی آوازیں ابھری۔"

"یہ صاحب تاک جھانک کر رہے تھے۔ اور تم جانتے
ہی ہو کہ ہمارے مینجر صاحب کا حکم ہے کہ ایسے آدمی کی
پہلے خوب مرمت کی جائے، پھر اسے پولیس کے حوالے
کیا جائے، یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ پولیس کے حوالے کرنے
سے پہلے خوب مرمت کرنا کیوں ضروری ہے۔ اس لیے کہ
بعض مجرم سفارش کی بنا پر چھوٹ جاتے ہیں۔ لہذا کیوں
مرمت تو کر ہی دی جائے۔ اس لیے اب اس کی
مرمت کرو۔"

وہ ان کی طرف جھپٹے، لیکن انیکٹر جمشید نہایت آسانی
سے ان کے درمیان سے نکل گئے۔
"پہلے میری بات سن لو۔"

"نہیں! ہمارے مینجر صاحب کا حکم ہے کہ ایسے آدمی
کی کوئی بات دُسنی جائے۔ بس صرف مرمت کی جائے۔"
"ابھی بات ہے۔ تو پھر پہلے مرمت۔ پھر بات۔"

"ہٹل بند کرانے پر گنگو پھر کمرہ لگا: انہوں نے ہاتھ
لبھے میں کہا اور آگے بڑھ گئے۔ لفٹ میں وہ پانچویں منزل
پر پہنچے۔ کمرہ نمبر ۹۰۲ کے تالے کے سوراخ میں سے
اندر جھانکا۔ اندر جادوگر ضرور موجود تھا، لیکن وہ موجود
نہیں تھا۔ جس کا تعاقب کرتے ہوئے وہ یہاں تک
آتے تھے۔ گویا ان کا اندازہ غلط ہو گیا تھا۔ ہٹل کرینسٹ
کا نام ذہن میں آتے ہی ان کا خیال جادوگر کی طرف
گیا تھا، کیونکہ جادوگر نے اپنے ہٹل کا نام ہٹل کرینسٹ
بتایا تھا۔ لہذا انہوں نے ذری طور پر یہ نتیجہ نکالا کہ وہ
ہو اس شخص کا قتل بھی اس جادوگر سے ہے۔ لیکن اب
وہ اس کمرے میں نظر نہیں آیا تھا۔ گویا وہ اس منزل کے
کئی اور کمرے میں تھا۔ اب انہوں نے ایک ایک کمرے میں
جھانکا شروع کیا۔ ایسے میں ایک بیرے کی تیز آواز گونجی:

"اے مٹر۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہاں کمرہ میں تاک
جھانک کرنے والے کو پولیس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔
لیکن نہیں۔ پہلے اس کی خوب مرمت بھی کی جاتی ہے۔ لہذا
تم مرمت کے لیے تیار ہو جاؤ۔" یہ کہہ کر اس نے گلے میں
ٹکی ہوئی سٹیج بجا دی:

"ارے ارے۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ انیکٹر جمشید گھبرا گئے۔

انپیکٹر جنیڈ نے منہ بنایا۔

وہ ایک بار پھر ان پر چبھنے۔ اس بار انھوں نے دو ہاتھ جھاڑ دیے۔ وہ دُور دُور جا کر گھسے اور خوفناک ہو گئے۔ ایسے میں ایک چٹایا:

”استاد! تم کہاں ہو؟“

”کیا بات ہے؟ ایک بھاری بھر کم آواز سنائی دی۔“

”استاد۔ یہ آدھی بھاری بھر کم آواز سنائی دی۔“

”بات کیا ہے؟ استاد نے منہ بنایا۔“

”مرمت کرنی ہے۔ تاک جھانک کر رہا تھا۔“

”اچھا تو پھر تم ایک طرف ہنٹ جاؤ اور نگارہ دیکھو۔“

”بہت خوب استاد۔ اب آگے چلا مزا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔“

استاد ان کی طرف ماہرانہ انداز میں بڑھا۔ وہ سمجھ گئے کہ اناڑی نہیں ہے۔ لہذا انھوں نے بھی محتاط انداز میں وار د کا اور اس کی گردن پر ایک ہاتھ دیا۔ استاد وجہ سے گرا اور پھر دُلاہ سکا۔ اوندھے منہ پڑا کا پڑا رہ گیا۔

”یہ۔ یہ کیا ہوا استاد؟ وہی ساتھی بولا۔“

”مزا آگئی۔ اتنا مزے دار ہاتھ زندگی میں پہلی بار

کھایا ہے۔“

”اگر مزا آگئی ہے تو یہ بتاؤ۔ چوٹے سے قد کا کدھی

بوس کرے۔ میں ٹھہرا ہوا ہے۔“

”اوہ۔ اوہ۔ اچھا تو تم اسے تلاش کر رہے تھے۔ اس کے لیجے میں حیرت تھی۔“

”کیوں! کیا بات ہے۔ تم حیرت زدہ نظر آتے گئے۔“

”وہ کمال کا آدمی ہے۔ آپ بھی ہیں۔ لیکن وہ شاید آپ

سے بھی زیادہ عجیب ہے۔“

”اوسے بھئی، میں نے اس کے کمرے کا نمبر پوچھا ہے۔“

انھوں نے منہ بنایا۔

”اس کے کمرے کا نمبر نو سو چار ہے۔“

”اس میں تو وہ جادوگر ٹھہرا ہوا ہے۔“

”وہ بھی اسی کمرے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس نے بتایا۔“

”تو کی دہلیوں ساتھی ہیں؟“

”جادوگر تو اس کا کوئی ماتحت لگتا ہے۔“

”اے! اچھا! انپیکٹر جنیڈ حیران رہ گئے۔“

”لیکن ہم آپ کو شہرہ دیں گے کہ ان کے کمرے میں ہرگز

داخل ہوں۔ وہ انتہائی خطرناک ہیں۔“

”یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ خطرناک کہاں تک ہیں۔ انپیکٹر جنیڈ

نے کہا اور واپس اس کمرے کی طرف لوٹ گئے۔“

انہوں نے دستک دی۔ استاد اور اس کے ساتھی اور
کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کون؟ اندر سے کسی نے دھاڑنے کے انداز میں کہا۔
"پولیس۔"

"پولیس کا یہاں کیا کام؟"

"دردانہ کھولو۔ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔"

"ایسی بھی کیا مصیبت ہے۔ توڑ دیا جائے گا۔ جھٹکا کر
کہا گیا اور پھر دردانہ کھول دیا گیا۔ انہوں نے دیکھا، جادوگر
ان کے سامنے کھڑا بالکیں جھپکا رہا تھا:

"آپ کو کہیں دیکھا ہے؟ وہ بڑبڑایا۔

"آپ تو جادوگر ہیں۔ اپنے جادو کے زور سے یاد کر لیں

نا۔ مجھے کہاں دیکھا ہے؟"

"ان ٹھیک تو ہے؟ یہ کدھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور

منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ اچانک اس نے آنکھیں کھول دیں
اور تیز آواز میں بولا:

"آپ تیمور عالم کی دھوت میں تھے؟"

"بالکل ٹھیک؟ وہ مسکراتے۔

"یہاں کیسے آئے ہیں۔ میں کسی سے پہلے سے ملے شہ

پر دو گرام کے بغیر نہیں ملتا۔ اگر مجھ سے کوئی کام ہے یا

جادوگری کے کھل کے لیے وقت ملتا ہے تو پھر میرے کمرے
کے پاس جاتیں۔"

"بات آپ سے ہوگی۔ اور مجھے وقت لینے کی ضرورت

نہیں۔ نہ میں دوسروں کو وقت دیتا ہوں۔ میں تو صوفیہ

پوچھنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔ وہ کتے کتے دک گئے۔

"جو پوچھنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی وقت لے کر پوچھ سکتے ہیں،
چلتے پھرتے نظر آئیں؟"

"کیا آپ نے سنا نہیں۔ میرا تعلق پولیس سے ہے؟"

"تو کیا ہوا۔ میرے پاس تو بڑے بڑے پولیس والے
آتے ہیں۔"

"اور آپ ان سے بھی وقت لے کر ملتے ہیں؟"

"ہاں! بالکل۔ اب تم میرے جادو کا کمال دیکھو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا

لگا اور وہ برآمدے میں کافی دُور گرے۔ ساتھ ہی آنکھوں کی

آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کا دردانہ بند ہو گیا۔ انہوں نے مڑ

کر دیکھا۔ بیرے ہنس رہے تھے۔

"کس بات پر ہنس رہے ہو بھی؟ وہ مسکرائے۔

"اس بات پر کہ آپ کے ساتھ بہت بُری ہوئی؟"

"کوئی بات نہیں۔ ہوتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے۔ یہ شخص

تو واقعی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔

"کیسے اندازہ لگایا؟ استاد بولا۔

"اس نے ہاتھ پر بلائے بغیر۔ مجھے اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ یہ جادو نہیں تو اور کیا ہے؟

"جادوگر تو خیر وہ ہے۔ ہم پر بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔" استاد نے کہا۔

"وہ کیسے؟

"اس نے اپنی جادوگری کے جو کمالات ہمیں دکھائے ہیں وہ کسی طرح بھی مداری کے کھیل نہیں ہو سکتے۔"

"ہوں۔ میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن جادوگر ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دوسروں کو اٹھا اٹھا کر پیٹیک دے۔ میں اس سے انتقام لوں گا۔ یہ کہہ کر انھوں نے پھر دنگ دی۔ ایک بار پھر دروازہ کھلا۔ جادوگر کی حیرت میں ڈھکی آواز سب کے کانوں سے ٹکرائی:

"اب کیا ہے؟

"جی جو چلے تھا۔ آپ سے ملاقات کروں گا۔"

"گویا ابھی دماغ درست نہیں ہوا۔ جادوگر نے جھٹکنے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ کراہنا چاہتا ہوں۔"

"اب میں تمہیں اٹھا کر چھت سے لگا دوں گا۔ تمہارا

سر چھت کو چھوتے گا اور پتھر نیچے ٹپک رہے ہوں گے، جس طرح کوئی گیس کا خباہہ کسی بچے کے ہاتھ سے چھوٹ جائے اور چھت سے جا گئے۔"

"بھئی واہ۔ یہ نظارہ اگر دیکھنے کو مل جائے تو مزا آجائے۔" استاد نے بچوں کی طرح تالی بجا دی۔

انپکٹر جمشید کو ایک حدیث شریف یاد آگئی۔ انھوں نے فوراً آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی۔

"کیا پڑھ رہے ہو۔ کیا اٹا مجھ پر جادو کر رہے ہو۔ جادوگر ہنسا۔

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آیت الکرسی پڑھتے رہے۔

"شاید یہ کوئی منتر پڑھ رہا ہے، لیکن مجھ پر اس کا منتر نہیں چلے گا۔ میں نے پورے سو جادوگروں کو

شکست دے کر جادوگری کا سب سے بڑا انعام جیتا ہوا ہے۔ ان! اس نے غمزہ لہجے میں کہا اور ایک بار پھر ان کی طرف ہاتھ بڑھا کر جھٹکا ماریا۔

انپکٹر جمشید روکھڑائے۔ انھوں نے اور تیزی سے آیت الکرسی

کا ورد شروع کر دیا۔

اندھ جادوگر کے چہرے پر محبت کے آئینہ قلم ہوئے۔
 "کیا بھائی پروفیسر صاحب؟ استاد نے طنز انداز میں کہا۔
 اسی کے سبب چیلے کھڑے یہ عقائد دیکھ رہے تھے۔ ان
 سب کے چہروں پر محبت کے آئینہ تھے۔ اور وہ بہت زیادہ
 نکتہ انداز بھی ہو رہے تھے۔
 "یہ حضرت بھی جادوگر ہیں۔ اور کچھ پر اپنا جادو چلا
 کے پکڑ میں ہیں۔ لیکن تم لوگوں نے ہی دیکھا ہوگا
 کہ جادوگر سر پہ لٹکے ہوئے۔
 "ہاں بھائی! یہ تو ہم نے بہت مرتبہ سُن رکھا ہے۔
 پھر آپ کی مثالوں سے ابھی سُن لیا۔ کوئی بات نہیں۔
 ہمارے کون سے کان گھس گئے؟ استاد نے جلدی جلدی کہا۔
 "یہاں مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔ جادوگر عزت مند
 "نہیں تو۔ آپ کو دم ہوا ہے؟ استاد نے گھبرا
 کر کہا۔

"بائیں تو۔ کیا میں دھکی بولتا؟ وہ دعا پڑھا۔
 "اے اے نہیں۔ دم تو حاصل بھی ہوا ہے۔
 بلکہ ہم سب کو ہوا ہے۔
 "بھئی استاد۔ لیکن اُدھر ہے ہو۔ میں نہیں کھڑا ہوں
 اسی کے سامنے؟ آپ کبھی جادوگر نے نہ دیکھا۔

"آپ تو قد جادوگر ہیں۔
 "یہ غلط ہے۔ وہ بولے۔
 "یہ غلط ہے۔ کیا غلط ہے۔ اور لیکن غلط ہے؟ استاد نے
 جواں ہو کر کہا۔
 "ہی جادوگر نہیں بولتے۔
 "تو پھر آپ کیا برآمد رہے تھے؟
 "قرآن کریم کی ایک آیت۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر
 آیت احرسی پڑھ لی جائے تو جی بہت دھوا اثر نہیں کر
 سکتے۔ لہذا جادو بھی اثر نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ کلمہ بھی
 تو حاصل کیا ہے اسے کام چلتے ہیں۔
 "اوہ۔ اوہ۔
 "نہ مرتبہ اوہ کہنے کا شکریہ۔ آپ کبھی جادوگر نے خوش ہو
 کر کہا اور انھیں فائدہ کی خیال آ گیا۔ یہ جملہ دلائل اسی
 کا تھا۔

"یہ کیا بات بھئی؟ استاد بولا۔
 "پہلے میں قدا جادوگر صاحب سے دو دو باتیں کر لیں۔
 وہ بولے۔
 "کیا صرف دو باتیں کافی نہیں ہیں۔ کہ دو دو باتیں کر لی
 گئے؟ استاد گھبرا گیا۔

"ابو۔ تم تو ہل کی کمال آواز سنے لگے۔ کس سے یہاں کی
 ریکو۔ کھیل کی حصار دیکھو:
 "یہاں کی۔ کھیل دیکھیں۔ کھیل کی حصار دیکھیں۔ استاد کی ایک
 بار سے جوت کے باہر کو الی پڑیں۔
 "اے! کوئی حراج نہیں ہے۔ دیکھو تو:
 "اے جیل۔ تو تیل دیکھو تیل کی حصار دیکھو ہے۔ استاد
 نے آواز سا نہ بتایا۔
 "جی! وہ۔ آپ تو کوئی با محاورہ استاد ہیں۔ آپ کیسے تھیں
 نے جی رہ کر کہا۔
 "وہ۔ بھلاں! میں خود ادب کے شوقین
 گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ استاد نے کہا۔
 "تو پھر استاد کی طرح ہی گئے۔ میرا مطلب ہے۔
 بیوں کے استاد۔ شاعری اور مستطیل کے استاد بنے ہوتے۔
 "یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ پھر کسی وقت سنائیں گا۔
 "غیر۔ ضرور سنیں گے جی۔ اس وقت خدا لیں ہاؤ دگر
 صاحب کی کہانی سن لیں۔ لیکن تو جناب پروفیسر صاحب۔
 آپ کو ہاؤ تو مجھ پر نہیں مل سکا۔ اب آپ اسی دے
 پتے کوئی۔ جی۔ بوڑا کے بارے میں بتائیں۔ وہ کہاں ہے؟
 "میری جیب میں۔ بہت ہے تو کمال ہو۔ اس نے

تنک کر کہا۔
 "دوستو۔ اب میں ان کی جیب سے ان کے ساتھی
 بوڑا کو نکالتے لگا ہوں۔
 "اس کے سامنے تو ان کی گھسی بندھی رہتی ہے۔ تو
 ان کی جیب میں کسی طرح ہو سکتا ہے۔ استاد نے آواز سا نہ بتایا۔
 "کیوں جی۔ بلکہ۔ کیا تو تھا ابھی استاد ہے؟
 "اے! اس نے کھوئے کھوئے آواز میں کہا۔
 "کمال ہے۔ یہاں تو استاد پر استاد کھو جاتا ہے۔ آپ کیسے
 جیتنے سے جدا کر کہا۔
 "جہاں تک بھلا خیال ہے۔ وہ صاحب باہر گئے ہوتے
 ہیں۔ استاد نے کہا۔
 "لجے ہوئے تھے۔ ہٹ چکے ہیں اور یہی کہیں ہیں۔
 "آپ کو میری تلاش ہے۔
 "ایک آواز اچھی۔ اندرونی کمرے سے نکل کر اچھوں
 نے بوڑا کو آستے دیکھا۔
 "اے باپ! اس کے استاد کے سر سے خون نذر آواز
 میں نکلا اور پھر وہ اس کے ڈرے آواز میں بچے پٹنے لگے۔
 ہاؤ دگر کے چہرے پر بھی خوف جاری ہو گیا۔
 "اے! سر بوڑا! آپ کیسے جیتنے تنک لگے ہیں۔

"اگر یہ بتا دیا تو پھر دُک کیا نہ جائے گا۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"جادوگر صاحب۔ اب آپ تیمور عالم صاحب کے ہاں کرتب تو دکھا نہیں سکیں گے؟

"کیوں۔ کیا آپ مجھے گرفتار کر رہے ہیں؟

"ہاں بالکل۔ آپ نے اپنے ساتھی کے ذریعے سرکاری ہتھیار ہتھیائے کی کوشش کی ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک دھماکا ہوا۔

"یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ میرا نام معلوم کر چکے ہیں۔

انیکٹر جمیڈ۔

"کیا کہہ۔ انیکٹر جمیڈ۔ جادوگر اور استاد نے ایک ساتھ استاد کے ساتھیوں کے چروں پر اور بھی حیرت دوڑ گئی۔

"ہاں! یہ میک آپ میں ہیں۔ لیکن میری نظروں سے نہیں بچ سکتے۔ کیوں میں ٹھیک کہ رہا ہوں نا؟

"ہاں! میں انیکٹر جمیڈ ہوں۔ تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔

میں آپ سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں مشر، بوشا کہ آپ اس گفتگو کا کیا کریں گے؟

"لوہو اچھا۔ تو آپ اس حد تک آگے جا چکے ہیں۔

"اس بات کو چھوڑیں مشر۔ میری بات کا جواب دیں۔

"ہم آپ لوگوں کی معلومات اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اور بس۔

"تم لوگ یہاں کرنے کیا آئے ہو؟

"جو کرنے کے لیے آئے رہتے ہیں۔ ہمارا تو بس ایک ہی کام ہے۔

"میں سمجھ گیا۔ اسلام کو نقصان پہنچانا۔ لیکن اس کے نہ جانے کتنے دُشمن تم لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں۔ لہذا اس وقت کیا دُشمن ہے؟

”ابھی تک تو پروڈیوسر جو چنگ یعنی جادوگر کو کسی نے پروڈیوگرام دکھانے سے نہیں روکا۔ پھر اب کس لیے یہ کیا گیا ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔ انہیں علم ہو گیا ہو کہ ان کے خلاف ہم کارروائی شروع کر چکے ہیں۔“

”ہوں! اب جب تک عمران نہیں مل جاتے، یا ہم نہیں تلاش نہیں کر لیتے، اس وقت تک تو ہم واقعی جادوگر کو نہیں روک سکتے۔“ فرزانہ بڑبڑاتی۔

”لیکن ہم یہ کام ضرور کر سکتے ہیں کہ وہاں کی خفیہ طور پر نگرانی کراتے رہیں۔ اور یہ جاننے کی کوشش کرتے رہیں کہ وہ ان پروڈیوسروں سے مقصد کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔“ محمود بولے۔

”بالکل ٹھیک۔ مل۔ لیکن۔ میں کیا کروں۔ میرے پاس جواب دیتے جا رہے ہیں۔“

”مہربانی فرما کر آپ گھر چلے جائیں۔ آنٹی بھی عدد درجے پریشان ہوں گی۔ باقی کام آپ ہم پر چھوڑ دیں۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن تم برابر مجھ سے رابطہ رکھو گے۔“

”آپ فکر نہ کریں۔ اور ہاں۔ ایمرپورٹ، ریلوے سٹیشن

جاسوس

آئی جی صاحب نے جو بھلا لکھا، وہ یہ تھا:

”میرے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اور فن پر دھکی دی گئی ہے کہ اگر پروڈیوسر جو چنگ کے کسی پروڈیوگرام کو روکا گیا۔ اسے اپنے کھیل دکھانے نہ دیے گئے تو میرے بیٹے کو ہلاک کر دیا جائے گا اور اگر بیٹے کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی تو بھی اس کو جان سے مار دیا جائے گا۔“

”اُن مالک۔ فرزانہ کے منہ سے نکلا۔“

”میرا خیال ہے۔ اس وقت سے بھی بہت پہلے آبا جہاں گنگو سننے والے تک پہنچ چکے ہوں گے اور اس نظام کو خراب کر چکے ہوں گے، لہذا اب ہم بات چیت کر سکتے ہیں۔“ محمود نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اچھی بات ہے۔ ہم بات چیت کر سکتے ہیں۔“ آئی جی صاحب بولے۔

اور وہ میرے تمام ایسے عقائد جمال سے دشمنی کے تر
جوتے کے امکانات ہیں، ان کی نگرانی سخت گوارا نہیں
دے دو۔ وہ مجھ صاحب کو ملک سے باہر لے جائیں گے
کوشش کریں۔ تاکہ انھیں تلاش نہ کیا جاسکے۔
”ابھی بات ہے۔“

اور وہ دکان سے باہر نکل آئے۔ غصے نگر کے اور
”بڑا حال تھا۔ مگر اگلے تو الیکٹر جیٹ، خان، دھان اور پورا
ظہور کے ساتھ دکان موجود تھے۔ ان کے سوا بھی سب
جوتے تھے۔“

”خیر تو ہے۔ تم لوگوں کے چہروں پر بھی اٹھائی ہوئی
ہیں۔ الیکٹر جیٹ نے سکھانے کی کوشش کی۔“

”جی۔ جی ہاں! ان حالات میں اٹھائی نہیں جاسکتی۔
تو اور کیا ہو گا۔“

”ہوا کیا ہے؟“
”آپ کے چہروں پر بھی ہم کوئی خوش گوار تماشعات نہیں
ہے۔ خیر تو ہے؟“

”میرے پاس بھی کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔“
”ہاں! اللہ اپنا دم فرماتے۔ ہماری طرف کی خیر تو
کہ دشمنوں نے آئی جی صاحب کے بیٹے کو اغوا کر لیا ہے

اور انھیں بھی لڑی ہے کہ بھادر کے کسی بار تمام میں دشمنی اٹھائی
نے کی جاتے، اور ان کا بیٹا انھیں کچھ حالت میں ہرگز نہیں دے گا۔“
”اور۔۔۔ تو تم نے کیا خبر سنا دی۔“ الیکٹر جیٹ نے ہرکھ
کہ کہا۔

”کیوں! آپ کو کیا ہوا؟“
”بھادر نے پہنچ کیا ہے۔ وہ شہر میں کھیل کھاتے گا
اور اسے دکان نہیں جائے گا۔ جیسا کہ میں نے قیصلہ کر لیا
تھا کہ اسے کھیل نہیں کھانے دیا جائے گا۔ لیکن ایسا غصہ
پڑتا ہے جیسے اب ہم اسے دکان نہیں سکیں گے۔ انھوں نے
جلدی جلدی کہا۔“

”ہاں اب جان۔ اب ہم اسے دکان نہیں سکیں گے۔
لیکن ہم نگرانی ضرور کر سکیں گے۔ کہ وہ کرتے کیا ہیں۔“

”بہت خوب۔“ وہ گل سمجھو عالم کے ہاں اپنے کرتب
دکھانے والا ہے۔ یہیں آج۔ بلکہ اسی وقت سے نگرانی
کی تیاریاں شروع کر دینی چاہئیں۔“

”ہاں! ہم خود نگرانی کا کام کریں گے، لیکن نہایت سہل
سے کیے گئے سیک آپ میں۔ آؤ پہلے سیک آپ کا کام مکمل
کر لیں، پھر ہمیں دوسری تیاریاں بھی کرنا ہوں گی۔“
انھوں نے سب کے سب آپ شان وار طریقے سے

نے کہا۔

"میں نے تو یہ بھی پکاتے ہیں: بیگم جشیہ مکرائیں۔

"لائیں۔ بیگم۔ یہ تم نے وغیرہ کب سے پکانے شروع

کر دیے۔

"جب سے آپ نے باقاعدہ کھانا کھانا پھوڑ دیا۔ یہ

وغیرہ اس لیے پکاتا پڑتے ہیں کہ آپ جب بھی آئیں، آپ

کے سامنے رکھے جائیں۔ ان کو گرم کرنے کی ضرورت نہیں اور

یہ خراب ہوتے ہیں۔

"اے جی۔ آخر یہ وغیرہ ہیں کیا۔ پتا بھی تو چلتے۔

"ان کا تعلق کھانے سے ہے، دیکھنے سے نہیں۔

"تت۔ تو کیا۔ آئیں، بند کر کے کھانے پڑیں گے، پھر

دادو نے گھبرا کر کہا۔

"آپ غلط سمجھے۔ مطلب یہ کہ دیکھ کر آپ کچھ اندازہ

نہیں لگا سکیں گے۔ کھا کر ہی ان کا ذائقہ یا ان کے بارے

میں رائے بتا سکیں گے۔

"تو ٹھیک ہے۔ آج تم صرف وغیرہ لاؤ۔

ایک آپ سے فارغ ہو کر وہ دسترخوان پر آئے۔

دماغ عجیب و غریب چیزیں چنتی برتی تھیں۔ وہ دھکی دیکھے

میں کوئی خاص چیزیں نظر نہیں آ رہی تھیں، بلکہ جب کہ

کچے۔ اس مہینے میں انھوں نے فرزند پر بھی لڑکے

ایک آپ کیا۔ اور ان کے قد بھی نو فوٹ پنج انچ بڑے کر دیے۔

اب وہ لڑکے نظر نہیں آتے تھے۔ پھر انھوں نے پھر

دادو اور خان رحمان کے چہروں پر ایک آپ کیا۔ آخر میں

انھوں نے خود پر ایک آپ کیا۔ اور وہ ایک صدی قسم کے

بوڑھے نظر آنے لگے۔ ایسے میں اچانک بیگم جشیہ اندھ آئیں۔

آخرچہ انھیں معلوم تھا کہ ایک آپ روم میں کیا کام ہوتا ہے

لیکن پھر بھی وہ بری طرح اچھل پڑیں۔ اور بوڑھے کو دیکھ

کر کہ آئیں!

"کون ہو تم؟

"یہی۔ میں اتنی جلدی کون ہو تم ہو گیا! آپکٹر جشیہ نے مکر

کر کہا۔

"لائیں آپ اور اسی ایک آپ۔ اسے فرزند کہاں ہے۔

"وہ ادھر کھڑا ہے! آپکٹر جشیہ مکرانے۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ اس بے چاری کو لڑکا بتا دیا۔

"دیکھو بیگم۔ اب تم اس بے چاری کو بے چاری نہیں۔

بے چارہ کہو گی۔

"حد ہو گئی۔ کھانا دیکھو کھانے کا پروگرام ہے یا نہیں۔

"آج صرف وغیرہ سے کام نہ چلا لیں! خان رحمان

انہوں نے کھانا شروع کیا تو پھر کھانا چھوڑ دیا۔
 "خاک قسم کھا رہی تھی۔ لیکن اس قدر لذت چھوڑ دینا
 نہ بہت کم لگتی تھی۔"

"لیکن بھائی۔ اس کے نام کیا تھا؟"

"پچھلے دنوں اس پکڑ میں تھی کہ ان کے نام کیا لکھوں، لیکن
 پکڑ نہ لکھ سکی۔ سوچ رہی تھی کہ اس خطے میں فلاحی کی
 ورد لونی لگی۔ لیکن یہ ناولوں کے نام بہت ملتا ہے۔
 لیکن اب قیصر پور گیا۔ لیکن اس چیزوں کا نام اس وقت سے پتہ
 نہ چلا۔"

"اور آؤ جی پڑے۔ اور پھر تھوڑے لمحوں سے گھر سے
 نکلی آئے۔ اس بات کا امکان تھا کہ حدود دھڑانے کی
 طرف کوئی ٹھکانی کر کے والا موجود ہو۔ لیکن اس طرح
 کوئی گاڑی نہیں تھی۔ انہوں نے پہچاننے کی اور وہ ٹھکانوں
 میں پہنچ کر تیسروں عالم کی طرف دھڑانے لگے۔ گویا یہ طاقت
 انہوں نے دیکھ کر گارے لے کا قیصر کیا تھا۔ کوٹھی کے سامنے
 ان کے انہوں نے ٹھکانوں کو خارج کیا اور خود کو اٹھایا کیا
 گی کہ دھڑک دے، وہ نہ ہوتا تھا اس کے بڑھا۔ یہ دیکھتے
 نہیں تھے اس کے پتے پاندھ ہی گئی تھی۔ جلد ہی تیسروں عالم
 کے خادم نے دھڑانے کھولا۔ یہ خادم وہ نہیں تھا۔ جس کو

تو پتہ نہ لگ سکا تھا۔"

"کی فرمائشیں اس نے کیں۔"

"پہلی تیسروں عالم صاحب سے ملتا ہے۔ ہم اس کے۔"

"مہمان ہیں۔"

"مہمان ہیں۔"

"اب اس مہمان۔ اور ہم آپ کو کیا نظر آ رہا ہے۔"

"فلاحی نے حد بتایا۔"

"جی۔ جی۔ اب اس مہمان کی تو نظر آ رہا ہے۔ یہ اس کے

گھر پر آکر کہا اور جلدی سے اندر چلا گیا۔"

"اب اس مہمان۔ یہ دیکھ رہا ہے۔ یہ فرمائشیں ہیں۔"

"پھر پھر پھر تھوڑے لمحوں کو آتے ہیں کھانا۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا۔ کام میں سے صحت۔ تم کی

ہے۔ بھائی میں کوئی فرمائش کر بھی جائے تو جی گولا ہو

جائے گا۔ یا پھر کہتے کہتے ہی اسے یلدا آجائے گا کہ یہ

مختصر اب فرمائش ہیں۔ فلاحی نے خوش ہو کر کہا۔"

"لیکن آج جان۔ نام تو بالائی سب کے جی تیار کرتے

جائے گا۔ اور کیا آپ تیسروں عالم صاحب کو بتا دیں گے کہ

آپ کھانے ہیں۔"

"ہیں۔ انہیں جی نہیں بتایا جائے گا۔ وہ نہ پھر دے

راہ میں وہ جانتے تھے۔ وہ یاد دہانی تو اللہ عزوجل کے پاس
لیتا ہے۔ اس کی گناہوں میں سے ہے۔ کہ آئی ہی رہا
کے بیٹے کو اغوا کر لیا ہے۔ اور اسے آواز دے رہا ہے کہ
چھوٹے گا۔

یہی اس وقت ملازم خود راہ ہوا اور لولا :

”ڈرانگ دوم میں تشریف رکھے۔ شاہ۔ دیکھئے ان
کا کتا ہے۔ ان کے لال تو کوئی مہمان نہیں آئے تھے۔
”کیا ہی بلائے مہمان نہیں آسکتے؟
”پتا نہیں۔“

”آپ کا نام پوچھ کر دیکھ لوئے۔“

”رہیں۔ کیوں آپ نے میرا نام کیوں پوچھا۔“ اس نے
انہیں گھبراہٹ۔

”کیا نام پوچھا مہمان مجرم ہے۔“ قاروق کے منہ بنایا۔

”ہی۔ نہیں۔ مجرم تو میر نہیں ہے۔“

”ہی۔ تو میں پوچھ لیا۔“

”وہ منہ جانتے ہوئے انہیں ڈرانگ دوم میں بٹھا کر چلا
گیا۔ چند منٹ بعد تھمیں کی آواز سنائی دی اور تیمور عالم اللہ
داخل ہوئے۔ انہوں نے حیرت بھری نظر ان پر ڈالی۔
”یہ آپ کیوں کو شاہ ملازم دیکھ رہا ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔ یہی بات ہو۔“

”پھر آپ نے اپنے آپ کو مہمان کی طرح کر دیا؟“

”اس لیے کہ ہم آپ کے لال واقعی کل تک مہمان ہی
کر رہیں گے۔“

”لیکن آپ کے بارے میں مجھے معلوم تو ہو۔ آپ لوگ
کون ہیں؟“

”میں بلائے مہمان۔ میں آپ ہمارا ہی نام رکھ لیں۔“

”آپ کہاں سے آئے ہیں؟“

”اسی شہر سے۔ کل آپ کے لال کوئی بادشاہ اپنے ہاتھ
کا ملازم کر کے ملا ہے۔“

”ہاں! یہ بات تو ہے۔“

”میں! ہم اس کا کمال دیکھنا چاہتے ہیں۔“

”اس کے لیے تو آپ کل بھی آسکتے تھے۔ تیمور عالم نے
منہ بنایا۔“

”ہاں! آسکتے تھے۔ لیکن یہ کہتے کہتے ایک طرف چلے گئے۔“

”گئے اور غیر محسوس طور پر آٹھ کدو دروازے کی طرف بڑھے۔“

”وہ آواز پیدا کیے بغیر انتہائی تیزی سے دروازے پر پہنچے
تھے اور پھر ایک جھلک سے باہر نکل گئے۔ فوراً ہی وہ اندر
داخل ہو گئے۔ انہوں نے دھڑک دھڑک سے کلائی سے بکڑ کھانچا۔“

۱۔ میں نے اپنے گھر میں ایک بڑی سیڑھی بنوائی ہے۔
 ۲۔ اس کی مدد سے میں اپنے گھر میں آسانی سے جا سکتا ہوں۔
 ۳۔ یہ سیڑھی میری عمر کے مطابق بنائی گئی ہے۔
 ۴۔ اس کی مدد سے میں اپنے گھر میں آسانی سے جا سکتا ہوں۔
 ۵۔ یہ سیڑھی میری عمر کے مطابق بنائی گئی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ جَاءَ بِمَنْفَعَةٍ لِقَوْمٍ فَهُوَ شَرِيكٌ لَهُمْ فِيهَا».

خداکرم سے آفرین کے قلب میں
 کائنات ہے۔ وہ کہہ دے کہ میں نہیں آئے تھے
 کہ وہ کہہ دے کہ میں نہیں آئے تھے
 کہ وہ کہہ دے کہ میں نہیں آئے تھے

تاریخ ۱۳۰۲

تجربہ کیا کہ آپ نے میرا نام کبھی نہیں سنا ہے

[illegible]

2024-0-0

2000-2001

۱۔ یہ سب باتیں ہیں جو کہ ہم نے اپنے دل سے کہیں
۲۔ یہ سب باتیں ہیں جو کہ ہم نے اپنے دل سے کہیں
۳۔ یہ سب باتیں ہیں جو کہ ہم نے اپنے دل سے کہیں

کتاب نگاروں کا تیسرا ایڈیشن

2000-01-01
 2000-01-01
 2000-01-01
 2000-01-01

[Faint handwritten text]

22-23-24-25-26-27-28-29-30-31-32-33-34-35-36-37-38-39-40-41-42-43-44-45-46-47-48-49-50-51-52-53-54-55-56-57-58-59-60-61-62-63-64-65-66-67-68-69-70-71-72-73-74-75-76-77-78-79-80-81-82-83-84-85-86-87-88-89-90-91-92-93-94-95-96-97-98-99-100-101-102-103-104-105-106-107-108-109-110-111-112-113-114-115-116-117-118-119-120-121-122-123-124-125-126-127-128-129-130-131-132-133-134-135-136-137-138-139-140-141-142-143-144-145-146-147-148-149-150-151-152-153-154-155-156-157-158-159-160-161-162-163-164-165-166-167-168-169-170-171-172-173-174-175-176-177-178-179-180-181-182-183-184-185-186-187-188-189-190-191-192-193-194-195-196-197-198-199-200-201-202-203-204-205-206-207-208-209-210-211-212-213-214-215-216-217-218-219-220-221-222-223-224-225-226-227-228-229-230-231-232-233-234-235-236-237-238-239-240-241-242-243-244-245-246-247-248-249-250-251-252-253-254-255-256-257-258-259-260-261-262-263-264-265-266-267-268-269-270-271-272-273-274-275-276-277-278-279-280-281-282-283-284-285-286-287-288-289-290-291-292-293-294-295-296-297-298-299-300-301-302-303-304-305-306-307-308-309-310-311-312-313-314-315-316-317-318-319-320-321-322-323-324-325-326-327-328-329-330-331-332-333-334-335-336-337-338-339-340-341-342-343-344-345-346-347-348-349-350-351-352-353-354-355-356-357-358-359-360-361-362-363-364-365-366-367-368-369-370-371-372-373-374-375-376-377-378-379-380-381-382-383-384-385-386-387-388-389-390-391-392-393-394-395-396-397-398-399-400-401-402-403-404-405-406-407-408-409-410-411-412-413-414-415-416-417-418-419-420-421-422-423-424-425-426-427-428-429-430-431-432-433-434-435-436-437-438-439-440-441-442-443-444-445-446-447-448-449-450-451-452-453-454-455-456-457-458-459-460-461-462-463-464-465-466-467-468-469-470-471-472-473-474-475-476-477-478-479-480-481-482-483-484-485-486-487-488-489-490-491-492-493-494-495-496-497-498-499-500-501-502-503-504-505-506-507-508-509-510-511-512-513-514-515-516-517-518-519-520-521-522-523-524-525-526-527-528-529-530-531-532-533-534-535-536-537-538-539-540-541-542-543-544-545-546-547-548-549-550-551-552-553-554-555-556-557-558-559-560-561-562-563-564-565-566-567-568-569-570-571-572-573-574-575-576-577-578-579-580-581-582-583-584-585-586-587-588-589-590-591-592-593-594-595-596-597-598-599-600-601-602-603-604-605-606-607-608-609-610-611-612-613-614-615-616-617-618-619-620-621-622-623-624-625-626-627-628-629-630-631-632-633-634-635-636-637-638-639-640-641-642-643-644-645-646-647-648-649-650-651-652-653-654-655-656-657-658-659-660-661-662-663-664-665-666-667-668-669-670-671-672-673-674-675-676-677-678-679-680-681-682-683-684-685-686-687-688-689-690-691-692-693-694-695-696-697-698-699-700-701-702-703-704-705-706-707-708-709-710-711-712-713-714-715-716-717-718-719-720-721-722-723-724-725-726-727-728-729-730-731-732-733-734-735-736-737-738-739-740-741-742-743-744-745-746-747-748-749-750-751-752-753-754-755-756-757-758-759-760-761-762-763-764-765-766-767-768-769-770-771-772-773-774-775-776-777-778-779-780-781-782-783-784-785-786-787-788-789-790-791-792-793-794-795-796-797-798-799-800-801-802-803-804-805-806-807-808-809-810-811-812-813-814-815-816-817-818-819-820-821-822-823-824-825-826-827-828-829-830-831-832-833-834-835-836-837-838-839-840-841-842-843-844-845-846-847-848-849-850-851-852-853-854-855-856-857-858-859-860-861-862-863-864-865-866-867-868-869-870-871-872-873-874-875-876-877-878-879-880-881-882-883-884-885-886-887-888-889-890-891-892-893-894-895-896-897-898-899-900-901-902-903-904-905-906-907-908-909-910-911-912-913-914-915-916-917-918-919-920-921-922-923-924-925-926-927-928-929-930-931-932-933-934-935-936-937-938-939-940-941-942-943-944-945-946-947-948-949-950-951-952-953-954-955-956-957-958-959-960-961-962-963-964-965-966-967-968-969-970-971-972-973-974-975-976-977-978-979-980-981-982-983-984-985-986-987-988-989-990-991-992-993-994-995-996-997-998-999-1000-1001-1002-1003-1004-1005-1006-1007-1008-1009-1010-1011-1012-1013-1014-1015-1016-1017-1018-1019-1020-1021-1022-1023-1024-1025-1026-1027-1028-1029-1030-1031-1032-1033-1034-1035-1036-1037-1038-1039-1040-1041-1042-1043-1044-1045-1046-1047-1048-1049-1050-1051-

آپ کا نام ہے

مجلسه اول - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳

2002-2003

کتابیات قریہ

١٨٨٥

وہاں کے رہنے والے ہیں۔

-152-

Synthesis of Lactone

الحمد لله الذي جعل في كل شيء حكمة

کون جاتا ہے کہ جو انسانی تیری سے درمیان ہے وہ ہے

1865-1866

وہاں سے ایک ہفتہ کے بعد

و غل ہوئے۔ انھوں نے ریحہ کو ۵۰ روپے دیے۔

وہ اسے چھیٹے ہوئے اندر لائے اور جھٹکا دے کر آگے
گرا دیا۔

”یہ کیا کیا آپ نے؟“
”یہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے لگا، اس کمرے میں
ہونے والی بات چیت سن رہا تھا۔“

”لیکن کیوں؟ تیمور عالم کے لہجے میں حیرت تھی۔
”آپ اس سے پوچھیں۔ کیا آپ نے اسے یہ ہدایت
کر رکھی ہے؟“

”نہیں تو۔“
”تو پھر یہ یہاں ہونے والی گفتگو کیوں سن رہا تھا، اسے
ایسی کیا ضرورت تھی؟“

”کیوں دیتے۔ تم بتاؤ۔“
”مم۔ میں۔ میں۔ میں۔“
”بھئی۔ میں میں کرنے سے تو تم وجہ نہیں بتا سکو گے
فادوق نے پریشان ہو کر کہا۔

”اگر اجازت ہو تو میں اس کی مدد کروں۔“ فرزانہ بولی۔
”کیا مطلب۔ تم اس کی مدد کروا لے گے۔“ فادوق لگی کہنے
کہتے دکھ گئے۔

”ہاں کیوں نہیں۔ مدد کر دینے میں کیا حرج ہے۔“

”کیوں جناب تیمور عالم صاحب۔ آپ کی طرف سے اجازت
ہے؟“ فرزانہ نے کہا۔

”ہاں! اجازت ہے۔ تیمور عالم نے رفیق کو گھومتے ہوئے کہا۔
فرزانہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔

”آپ۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“ رفیق نے خوف زدہ
انداز میں کہا۔

”کیا یہ نیا ملازم ہے؟“ انسپکٹر جمیل بولے۔
”ہاں! ابھی کل ہی رکھا ہے۔“

”کل جب آپ کے ہاں دعوت تھی۔ اس وقت تو یہ ہیں
تھا۔“ خان رحمان بول اٹھے۔ آواز بدلنے میں بھی وہ پوری طرح کامیاب
رہے تھے، لیکن سوال کمزور تھا۔

”آپ کو کیسے معلوم؟“ تیمور عالم نے چونک کر کہا۔
”ہم اس دعوت میں بھی موجود تھے۔“

”کمال ہے۔ کیا آپ کل بھی یہیں بٹلے مہمان کی حیثیت
سے آئے تھے۔ اس صورت میں آپ اندر کس طرح داخل
ہوئے تھے؟“

”وہ جادوگر کس طرح داخل ہوا تھا؟“
”وہ تو خیر اپنے جادو کے زور سے داخل ہوا تھا۔“
”تو ہم بھی اپنے جادو کے زور سے اندر داخل ہوئے“

ہوں گے۔ انکسٹر جیتہ مکرانے۔
"میں سمجھا نہیں۔"

"کمال ہے۔ حالانکہ ہم آپ کو باتوں باتوں میں مسکے کچھ سمجھا چکے ہیں۔ خیر وضاحت کرتا ہوں۔ ہم اس جادو کے مخالف ہیں۔ اور اس کے جادو کا توڑ کر کے اس کو ناکام بناتے کے چکر میں ہیں۔ کیا آپ ہمیں ایسا کرنے کی اجازت دیں گے؟
"اوہ۔ اس طرح تو میرا خیال ہے۔ اور لطف آئے گا۔ تیمور عالم بولے۔"

"جی ہاں بہت زیادہ۔ آپ دیکھیے گا تو سہی۔
"خیر۔ آپ میرے سہاوی ہیں۔ تیمور عالم نے گویا فیصلہ سنایا۔"

"اب اس کا کیا کریں۔ یہ اس جادوگر کا جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ پہلے سے یہاں رہ کر معلومات حاصل کرتا رہے۔ اور اس کے خلاف اگر یہاں کوئی کام ہوتا نظر آئے تو یہ اس کی خبر اسے کر دے۔"

"اوہ۔ تو کیا یہ واقعی اس کا جاسوس ہے؟"

"ہاں جناب! میں ثابت کر سکتا ہوں۔ فرزانے کہا۔
"ضرور کریں۔"

عمود اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔ وہ اچھل کر کھڑا

ہو گیا۔
"نہیں۔ نہیں۔ تم مجھے ہاتھ تک نہیں لگاؤ گے۔
"تو یہی تم خود ایک آپ اتار کر دکھاؤ گے۔ فرزانے خوش ہو کر کہا۔"

"کیا مطلب۔ ایک آپ۔ تیمور عالم پلائے۔
"جی ہاں ایک آپ۔ بلکہ جناب ایک آپ کا مطلب تو ہیں ایک آپ ہی ہوتا ہے۔"

"تت۔ تو یہ ایک آپ میں ہے؟
"جی ہاں بالکل۔ ابھی ہم دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے ہیں۔"

"ایانک اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا،
"خبردار! کوئی میری طرف نہ بڑھے۔
"اوسے اوسے۔ یہ کیا؟ تیمور عالم گھبرا گئے۔
"ایک ایسا کمال کر لیں اسے۔ کہ پستول بھی نکل آئے۔ فاروق ہنسا۔"

"اے سٹر۔ ذرا سوچ کر پستول چلانا۔ کہیں گولی اٹ کر تمہی کو نہ لگ جائے۔ آخر ہم لوگ بھی جادوگر ہیں اور اوچنگ کا مقابلہ کرنے آتے ہیں۔" عمود نے منہ بنایا۔

’اوپر نہیں۔ چچ چنگ: تیمور عالم ہوئے۔
 ’پچھے ہی نام ہوگا۔‘ اپنی نام کے یاد نہیں تھے۔
 ’اسے تو کیا ڈر ہے؟ وہاں سے؟ پتہ نہیں
 نے جہان ہو کر گا۔
 ’بہنیں سے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ نام پچھو تو
 ضرور ہے۔‘

’اپناگ اپنی نے دودھارے کی طرف پھلاگ نکالی۔
 وہ ٹھانڈا ایک ہی پھلاگ میں دودھارے سے نکل جاتا تھا۔
 تھا، لیکن خود فوراً اس کے راستے میں آگے آگیا۔ اور
 صوف اپنی ٹانگ اس کے آگے کر دی۔ وہ الٹ کر گیا۔
 ’اسے سرکاری ٹانگ کہتے ہیں۔‘ تو اچھے اچھے معاملہ
 میں آڑ ہاتی ہے۔ آپ تو ہیں کیا چیز؟‘ فائوق نے شورا
 آگاہ میں کہا۔

’بستول اس کے ہاتھ سے نکل کر چسٹا ہوا دُور چلا گیا۔
 دھان نے فوراً اس کو اٹھا لیا۔‘

’خیردار صوف۔ اب تم حرکت نہیں کرو گے۔‘ خان دھان ٹراتے۔
 وہ ساکت ہو گیا۔ فریاد نے اس کا ایک آپ مار دیا۔
 ’اوپر۔‘ تو۔ ابھیلا عیشہ کہتے کہتے دک گئے۔ اپنے میک
 میں وہ اسے نہیں پہچان سکتے تھے، دودھ وہ ان کے لیے آگیا

’نہیں تھا۔ ایک بڑا بھراؤم بیٹہ تھا۔
 ’تو کیا؟ تیمور عالم نے جہان ہو کر چلا۔
 ’مضبوط ہے کہ پیرا بھال تھا۔‘ کوئی ہانا پھانڈی نہ کرنا۔
 ’تو آپ کا ہانا پھانڈی نہیں نکلا؟
 ’اس بات کی کوئی اہمیت نہیں۔ اہمیت اس بات کی
 ہے کہ یہ حضرت کون ہیں اور یہاں کیا کرنا چاہتے تھے۔
 اب انہیں پلٹنے کے حوالے کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس سے
 انکار کریں۔‘

’یہ ٹھیک رہے گا۔
 ’اگر آپ اہانت دیں تو میں پولیس کو فون کروں۔ انیکٹر
 عیشہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔
 ’جی نہیں۔ یہ کام میں کروں گا۔ میں یہ معاملہ انیکٹر
 عیشہ کے حوالے کروں گا۔‘

’پچھے آپ کی مرضی؟ انہوں نے کندھے اچکاتے۔
 ’تیمور عالم فون پر انہیں تلاش کرتے رہے، لیکن وہ
 کہاں ملے۔ وہ تو ان کے سامنے موجود تھے۔ آخر چنگ آ
 کر انہوں نے کہا:

’اس وقت تو وہ مل نہیں رہے۔ فی الحال آپ اسے
 پولیس کے حوالے کر دیں۔ بعد میں میں انیکٹر عیشہ سے

بات کروں گا۔
 یہ ٹھیک رہے گا۔ انکسٹر جمیڈ نے مسکرا کر کہا اور فون
 کر لے گئے۔

فون پر انھوں نے اپنے ماتحتوں میں سے چند ایک کو
 ہدایات دیں اور واپس ورت دیا۔

”یہ کیا، آپ نے ان سے کہا تو کچھ بھی نہیں“

”پولیس میں میرے چند دوست ہیں۔ ان سے نصیحت لے
 میں بات کی ہے۔“

”لیکن اس کی کیا ضرورت تھی؟ انھوں نے انجین کے بارے
 میں کہا۔“

”ضرورت تھی۔ آپ ابھی ان باتوں کو نہیں سمجھ سکیں گے
 انکسٹر جمیڈ نے کہا۔“

”تو پھر میں کب سمجھ سکوں گا۔“ یہ بتا دیں۔ تیمور عالم کو
 منہ ہی گیا۔

”آپ برا مان گئے۔ خیر آپ کم از کم ان صاحب کو تو یہاں
 سے جانے دیں، پھر ہم آپ کو بتائیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔“ انھوں نے کندھے اچکا دیے۔

اور پھر دروازے کی گھنٹی بجی،

”لیجیے۔ پولیس آگئی۔ خیال رہے۔ وہ سادہ لباس میں ہوں

میں۔ دو نہایت خاموشی سے اس شخص کو لے جائیں گے۔
 آپ ان سے کوئی بات نہ کیجیے گا۔“

”اچھا، نہیں کروں گا۔“ ڈومسٹک کازم آج چٹھی پر ہے۔
 زبیر اور اس کی بہنیں بھی سیر کے چلے گئے ہوئے ہیں۔ مجھے ہی
 دروازے پر جانا پڑے گا۔“

”نہیں، آپ تکلیف نہ کریں۔ میرے دوست اس شخص
 کو ان کے حوالے کر آئیں گے۔ خان صاحب آپ اسے لے
 جائیں۔ پستول ہاتھ میں رکھیں۔“

”بہت بہتر۔ تم فکر نہ کرو۔“ خان رحمان نے بدلی ہوئی
 آواز میں کہا۔

اور پھر وہ اسے لے کر باہر نکل گئے۔ اچانک انھوں
 نے خان رحمان کی پیچ منی۔

گائیات

تو بیرونی دروازے کی طرف دھڑ دھڑ سے - اور ہر
ان کے قدم رک گئے، انہیں چرت سے پہیلی لگی۔
خالی دھان دروازے پر پہنچ کر دھڑ دھڑ سے اندر لپکے
تو کون چڑھا سے - ہا تھا - رشتی کا شور شور مچا
پتا نہیں تھا۔

گلاب! یہ کیا ہوا - وہی کا مطلب ہے - پلٹ کر
کائے رشتی کے سامنے آئے تھے - اور خالی دھان چڑھا
جی ہا گیا تھا۔

خوبی کے مرنے والے دھان کو کد جی ڈھلا اور چٹائی
پتے، انہیں پتال پتھر گر اور اپنے گھر اور جی دھان کو
ان کے گھر کے ہر کونہ عام کے دیں گئے۔

یہ سب کیا ہے، صاحب - آخر آپ کئی کون جی
آپ نے اپنے گھر کے گھر دیں گئے ہیں۔

گلاب! یہ کیا ہوا - وہی کا مطلب ہے - پلٹ کر
کائے رشتی کے سامنے آئے تھے - اور خالی دھان چڑھا
جی ہا گیا تھا۔

خوبی کے مرنے والے دھان کو کد جی ڈھلا اور چٹائی
پتے، انہیں پتال پتھر گر اور اپنے گھر اور جی دھان کو
ان کے گھر کے ہر کونہ عام کے دیں گئے۔

یہ سب کیا ہے، صاحب - آخر آپ کئی کون جی
آپ نے اپنے گھر کے گھر دیں گئے ہیں۔

خوبی کے مرنے والے دھان کو کد جی ڈھلا اور چٹائی
پتے، انہیں پتال پتھر گر اور اپنے گھر اور جی دھان کو
ان کے گھر کے ہر کونہ عام کے دیں گئے۔

بات چیت کئے گئے بے نکات بھی نصیب کر دیے گئے تھے۔
 "لیکن میں اب تک نہیں سمجھا کہ یہ سب چکر کیا ہے۔"
 "جی تو ہم معلوم کرنے کے چکر میں ہیں جناب تعلق
 نے فوراً کہا۔

"آپ کے ان صاحب دارے کا بات کرنے کا انداز کچھ
 مایا پیچا سا ہے۔ تیمور عالم نے انھیں کے عالم میں کہا۔
 "اچھا۔ کمال ہے۔" انیکٹر جیشہ فوراً بولے۔

"آپ لوگ یہاں کس لیے آئے ہیں؟ تیمور عالم نے کہا۔
 "آپ کو جائد کے جیل سے محفوظ رکھنے کے لیے۔" محمود
 نے فوراً کہا۔

"کیا وہ مجھے کسی جیل میں چانس لینا چاہتا ہے۔"
 اس بات کا بھی امکان ہے، لیکن ہو سکتا۔ معاملہ اس
 سے کہیں بڑا ہو۔ آپ کے پاس یہاں سرکاری کالنگز
 موجود ہیں نا؟

"ہاں بالکل ہیں۔"
 "کیا خبر۔ وہ ان پر ہاتھ صاف کرنے کے چکر میں ہو۔"
 "ارے نہیں۔ کیا بات کرتے ہیں۔ وہ تو تمام وقت
 ہماری آنکھوں کے سامنے رہا ہے۔"
 "لیکن اندر آپ کی بیٹی نے کسی شیطان کو دیکھا تھا۔"

"آپ صرف آئی جی صاحب سے دوا دیں۔" انھوں نے
 بتایا۔ "ناید انھیں ان کی بات پر اعتبار نہیں آیا تھا۔"
 "اچھی بیچھی۔ یہ کرا کر انھوں نے آئی جی صاحب کو فون
 کیا۔ اور کوڑو ورڈ میں انھیں بتایا کہ وہ انیکٹر جیشہ ہیں اور
 اس وقت بدلی ہوئی آواز میں بات کرنے پر مجبور ہیں۔
 اور یہ کہ وہ ان کی ضمانت تیمور عالم کو دے دیں۔"
 "اچھا ٹھیک ہے۔" ریسور انھیں دے دو۔

انھوں نے ریسور تیمور عالم کی طرف بڑھا دیا۔ ایک تیز
 نظر ان پر ڈالتے ہوئے انھوں نے ریسور لے لیا اور
 دوسری طرف کی بات سننے لگے، پھر ریسور رکھ کر بولے:
 "ٹھیک ہے۔ اب برا اطمینان ہو گیا ہے۔ آپ کیا کرنا
 چاہتے ہیں۔"

"سب سے پہلے نکات کی تلاش۔"
 نکات تلاش کرنے میں انھیں دو گھنٹے لگ گئے۔ فرزانہ ان
 سے آگے نکل گئے۔ اس نے تین جگہ سے تین آلات برآمد
 کیے۔ ان کو دیکھ کر تیمور عالم حیران رہ گئے۔ اور جب
 انھوں نے انھیں بتایا کہ یہ کیا ہیں اور کیا کام ہے ان کا
 تو وہ اور بھی حیران ہوئے۔

"اب آپ مجھے۔" صرف یہاں رفت کو بھاگا۔

میں مطلب؟

”وہ شیطان نہیں۔ شیطان شکل والا ایک آدمی تھا۔
اس جادوگر کا ساتھی۔ آپ سب کو باہر جادوگر لپٹنے
کے ذریعے انتہائی مصروف رکھے ہوئے تھا اور اندر
ساتھی اپنا کام کر رہا تھا۔ اس نے تجویز کے سامنے کسی
اور تجویز میکر وغیرہ ہر چیز کا جائزہ لیا۔ ان چیزوں
نشانات بنائے۔ اتفاق سے آپ کی بیٹی نے اسے دیکھ
وہ اس سے ڈر گئیں۔ اور ادھر اس نے موقع پا کر
ہونے کی کوشش کی۔ بیٹی کی چیخ سُن کر آپ اس کے
پہنچے تو وہ بے ہوش لی۔ ہوش میں آنے پر اس نے
اتنا بتایا کہ اس نے کسی شیطان کو دیکھا تھا چونکہ وہ
آرٹسٹ ہے۔ اس کے ذہن میں شیطان کی ایک تمام
بنی ہوئی تھی۔ لہذا اسے جب بالکل ویسی صورت
آئی تو اس نے فوراً کہہ دیا کہ اس نے شیطان کو دیکھ
محمود کہتا چلا گیا۔

”آپ کا مطلب ہے۔ وہ جادوگر یہاں کوئی
کوئی واردات ضرور کرے گا۔ واردات کیا ہو گی،
کے بارے میں ابھی صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں۔
”ہاں! یہی بات ہے۔ خادوق نے فوراً کہا۔

”تو پھر۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟

”سب سے پہلے ان کاغذات کو محفوظ جگہ پر پہنچا دینا
چاہتے ہیں۔“

”تب پھر میں ان کاغذات کو اپنے ٹکے کے چیت
کے حوالے کرنا پسند کروں گا۔ تاکہ نہ وہ بے باقی اور
ذبحے بانسری۔“

”بانسری تو پھر بھی بجے گی جناب! آپکے رشید مسکرائے۔
”وہ کیسے؟“

”اس طرح کہ وہ لوگ کاغذات وہاں سے اڑا لیں گے۔
اس طرح انھیں کیا فرق پڑ جائے گا۔“

”تو پھر آخر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“

”آپ وہ کاغذات میرے حوالے کر دیں۔“

”ہر گز نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں آپ لوگوں
کو جانتا تک نہیں۔“

”کیا آئی جی صاحب آپ کا اطمینان نہیں کرا چکے؟“

”ہاں! کرا چکے ہیں، لیکن کاغذات کی حد تک نہیں۔“

”تو پھر اب کاغذات کی حد تک بھی اطمینان کر لیں۔“

انھوں نے مسکرا کر کہا اور ایک بار پھر آئی جی صاحب کو فون
کیا۔ انھیں کوڈ میں بات بتائی۔ اور پھر ریسیور یہود یہود عالم

کو دے دیا۔

”یہی ان کی طرف سے پوری دہائی پہلا دھوکا ہے۔
صاحب۔ بلکہ اگر ہی آپ سے یہ کہوں کہ وہ کائنات کے
معاذت کے خیال سے بے دے ہیں تو ہرگز نہ مانیں گے۔
لیکن انہیں آپ نے بھٹکے دے سکتے ہیں؟
”تب میں کچھ نہیں۔“ تبہور عالم بولے۔

”آپ کیا کچھ گئے؟“

”یہ کہ۔۔۔ وہ اصل انپکٹر جیلڈ ہیں۔“

”پہلے نہیں۔ شاید یہی بات ہو گی۔ آپ ان کی ہر
بات مانتے پہلے جانیں۔ اس جال سے نکلنے کی اس میں
ایک صورت ہے؟“

”بہت بہتر۔ وہ بولے۔

”تبہور دہرا انہیں دہری۔“

تبہور عالم نے تبہور ان کی طرف بڑھا دیا۔ دوسری
طرف سے آئی ہی صاحب بولے۔

”یہ تم لوگوں کی حقیقت تو اب جان ہی چکے ہیں، لہذا
اب کوئی اعتراض نہیں کریں گے، لیکن جیلڈ۔ کیا اس واقعہ
سے کام کر کے تم میرے بیٹے کے لیے کچھ کر سکتے گے؟
”سر! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اطوار کرنے والوں

سہ قتل چاروگر سے ہے۔ اور چاروگر کو یہاں ضرور آتا ہے۔
لہذا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں کہ ہم یہیں اس کے
استقبال کی تیاری کریں؟
”ہاں۔۔۔ بات ٹھیک ہے۔ اچھا نہیں۔ اللہ مالک ہے؟
انہوں نے سیدہ آہ بھری۔

”آپ فکر نہ کریں۔ شہر میں بھی تلاش کا کام بہت

تیزی سے جاری ہے۔ اور میرے خاص آدمی اس کام میں
سر دھڑ کی بازی لگانے ہو گئے ہیں۔ جہازوں کو بھی اٹھانے
تھا کہ ان کے لطافت کیا کیا اقدامات کیے جائیں گے۔
لہذا انہوں نے بھی پوری تیاری کر رکھی تھی۔ اس تیاری
کی وجہ سے ہی وہ عران کو کسی ایسی جگہ پہنچانے میں کامیاب
ہو گئے جس کا ہم ابھی تک سراغ نہیں لگا سکے، لیکن
آپ فکر نہ کریں۔ سراغ ملے گا۔ ان شاء اللہ۔
”اچھا۔ ٹھیک ہے؟“

تبہور دیکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

اب آپ کا انداز میرے حوالے کر رہا۔ میں وقت
سے پہلے کا انداز کو محض نہ کریں جگہ پہنچا دینا چاہتا ہوں؟

”اب میں کچھ نہیں کہوں گا؟ وہ بولے اور انہیں ساٹھ
لے کر اندر دھکیل کر کے۔ میں آگئے۔ ان کے ساتھ ہی پہلے

زادگان کو محسوس کر چکے تھے۔ لہذا ریسیور بیٹے ہی ہوئے :

”انپیکٹر جمشید ات گر وہ ہوں!“

”آخر ہم نے تمہیں بھی جال میں جھانسی ہی لیا!“

”وہ کیسے؟ انہوں نے چکر لگوانے کا ارادہ کیا تھا۔“

”یہ بات ہمیں شروع سے معلوم تھی کہ تم ایک آپ

ہیں مہمور عالم کے گھر ضرور جاؤ گے اور جادوگر کا وہاں سنا

کر رہے۔ لیکن ایک بے وقوفی کی امید چرکڑا رہی تھی۔“

”اور وہ کیا؟ انہوں نے پوچھا۔“

”دینی یہاں سے تمہاری موجودگی میں غائب ہوا۔ اس کے

باوجود تم کاغذات یہاں سے نکال کر اس نظام تک لے گئے۔“

”تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔“ ”یہاں ہر گھنٹہ ہاں

لگتا تھا کہ دینی کو میری حیثیت کا علم ہے۔“ ”تو اب

تمہارے فون سے معلوم ہوا۔“

”اچھا۔ ہمیں اس سے کیا۔“ ”ہم تو اس وقت نہیں لگے تھے

حسرت ملتا تھا چاہتے ہیں۔“

”چلو بتا دو۔“

”ہم؟ کاغذات یہاں سے حاصل کر رہے ہیں، کیونکہ

ہم۔ شہر سے باہر ہے۔ تنہا ہی لگ رہے۔ آسانی سے اپنا

کام کر سکیں گے۔ ہمیں دوک بکے ہو تو آکر دوک نو۔“

”کہہ لا اور کئی فائلیں ان کے حوالے کر دیں۔“

”ہم انہیں رکھ کر آتے ہیں۔ آپ یہیں رہیں گے۔“

”بادوگر کی طرف سے کوئی فون بھی تو آ سکتا ہے۔“

”جی ہاں۔ اچھا۔“

اور وہ اپنے ایک خلیہ ٹھکانے پر پہنچے۔ کاغذات

کو وہاں محفوظ کیا اور واپس آ گئے۔ جیسی وہ اندر داخل

ہوئے، فون کی گھنٹی بجی۔ تیمور عالم نے ریسیور اٹھا لیا

اور بولے :

”کون صاحب؟“

”مہربانی فرما کر ریسیور انپیکٹر جمشید کو دے دیں۔ دوسری

طرف سے کہا گیا۔“

”انپیکٹر جمشید۔ یہاں کہاں؟ ان کے خد سے نکلا۔“

”سب بھی ہو تک کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔“

”ہم جانتے ہیں۔“ ”وہ سب ایک آپ میں آپ کے ہاں

موجود ہیں اور آپ سے کاغذات لے کر ایک جگہ رکھ کر

ابھی ابھی آئے ہیں۔“ ”وہ جگہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔“

لہذا آپ ریسیور انپیکٹر جمشید کو دے دیں۔“

تیمور عالم کا ہاتھ کانپ گیا۔ اس نے ریسیور فون ان

کی طرف بڑھا دیا۔ انپیکٹر جمشید اس وقت تک حالت کی

"ہیں۔ یا کچھ اور۔" انپکٹر جمشید بولے۔

"ہیں۔" یہ کڑکڑ دوسری طرف سے دیکھ کر دیا گیا
فون پر ہونے والی یہ گفتگو سب نے سنی تھی، کیونکہ
سیٹ کی آواز بلندے کمرے میں سنی جا سکتی تھی اور جب ہر
صرف ایک آدمی بھی سُن سکتا تھا۔

"اب کیا خیال ہے دوستو؟" انپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تت۔ تو کیا۔" کاغذات گئے؟

"کاغذات آپ میرے حوالے کر چکے۔ اب آپ کو ان
بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔" انپکٹر جمشید بولے۔
"لیکن جواب تو مجھ سے ہی طلب کیا جائے گا۔" انہوں
نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں کہتا ہوں۔ نہیں کیا جائے گا۔ ہم آپ کے چیف
کو بتا دیں گے کہ کاغذات ہم نے یہاں سے وصول کیے
تھے۔" انپکٹر جمشید بولے۔

"مجھ سے غلطی ہو چکی ہے۔ مجھے چاہیے تھا۔" کاغذات
آپ کے حوالے کرنے سے پہلے اپنے چیف صاحب سے
اجازت لے لیتا۔ وہ بولے۔

"میں نے کہا نا۔ چیف صاحب آپ کو ایک لفظ بھی
نہیں کہہ سکیں گے۔"

"خیر۔ اچھا۔ انہوں نے کہا۔

"آؤ بیٹے۔ ذرا اب ہم پھر وہاں جاتیں گے۔ دیکھیں تو
ہی۔ اس بار کے مجرم آخر ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"وہ اُلٹے کھڑے ہوتے۔ تیمور عالم اب تک فکر مند تھے،
لیکن اس سے زیادہ دلہا وہ انہیں اور کیا دیتے۔ اب ان
کی گاڑی تیز رفتاری سے اس عمارت کی طرف دوں دوں ہو گئی
ان لوگوں نے ہمارے استقبال کی پوری تیاری کر رکھی
ہو گی آبا جان۔"

"ہاں جی۔ یہ تو ہے۔"

"جب کہ ہم تیاری کے بغیر جا رہے ہیں۔"

"تیاریوں میں اور وقت لگ جائے گا۔" انپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کاغذات میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ اور آپ
مسکرا رہے ہیں۔"

"تو اور کیا کروں۔ رونے سے کاغذات مل جائیں گے۔"

"اور آئی جی صاحب کے بیٹے جی ہمیں نہیں مل سکے۔"

"ہمارا اس وقت کا جانا اسی کے لیے ہے۔" کاغذات کے

لیے نہیں۔" انپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا مطلب جمشید۔ یہ کیا بات ہوئی؟" پروفسر داؤد نے

میراں ہو کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ کافذات سے تو اس وقت مجرم ٹھیکہ نہیں
ہو گئے۔ یہیں تو اب شران کے بے کوشی کرتی ہے۔
اس کا مطلب ہے۔ کافذات گئے۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے ایک بات ثابت ہے۔
یہ ہذا اعلیٰ سے پیدل نہیں ہے۔ یہ کام سے پہلے اس کے
بے ہادی منہ پر بندی کرتا ہے۔ اب دیکھ لو۔ اسے معلوم تو
کہ ہم ایک آپ میں تیمور عالم کے ان باتیں گئے۔ گویا اس نے
ہماری عادت، احوال اور تعلیق کے انداز کا خوب مطالعہ کیا ہے
اور پہلے سے اندازے قائم کر لیے ہیں کہ ہم کیا کچھ کریں گے
ایسے مجرم سے بھلا آسان کام نہیں ہوتا۔
بچے تو وہ کہ کافذات کا خیال آ رہا ہے۔"

"اگر کو یاد کرو۔ اگر پڑھیں تو وہ لوگ کافذات بھی
مامل نہیں کر سکیں گے۔"

"یا اللہ۔ دشمن کافذات حاصل نہ کر سکیں اور عمران کو بھی
ہم حمایت کر لیں۔ محمود نے دیکھا مائی۔
آئیں ان کے مزے ایک ساتھ لیں۔"

اور پھر وہ اسی عمارت کے نزدیک پہنچ گئے۔ انیکٹر
جسٹ نے عمارت سے کچھ فاصلے پر رکتے اور احتیاطی تدابیر
افتاد کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی۔ سید سے عمارت

کے دروازے پر جا کر رکتے۔
"بہت خوب! تو تم لوگ آگئے۔ ایک کافذات گئی۔
"موتے کیا ذکر کرتے۔ قاروق نے منہ بنایا۔
"یہ تجوری ہم سے نہیں کھل رہی۔ اس لیے تمہیں یہاں
ٹھایا گیا ہے۔ اندر سے کسی نے کہا۔"

"گویا آپ ابھی تک کافذات حاصل نہیں کر سکے۔ انیکٹر
جسٹ نے کہا۔"

"نہیں۔ لیکن عمارت یہودی طرح ہمارے قبضے میں ہے
اور تم لوگ بھی۔ بلکہ یہ پورا علاقہ اس وقت ہمارے قبضے میں
ہے۔ فوج کو بلا لیں گے۔ تب بھی یہ ہمارے قبضے میں
رہے گا۔"

"اسی لیے تو میں کسی کو بھی ساتھ نہیں لایا۔ کوئی انتظام کر کے
میں چلا۔"

"کیا مطلب۔ بھلا کسی لیے؟"

"یہ عمارت بہت سوچ سمجھ کر یہاں بنوائی ہے۔ میں نے۔
اس کے قبضے میں یہ عمارت ہو۔ وہ بے شمار دشمنوں کو شکست
دے سکتا ہے۔ اور خود محفوظ رہے گا۔ ان حالات میں اپنے
معد میں فوج اور ہلاکت کو اگر کیا کرتا۔ انھوں نے منہ بنایا۔
لیکن اس طرح یہ عمارت یہودی عمارت ہے۔"

اس کی بہت تحفظ ہے۔ ہم سے یہ نہیں کھل سکی۔ اٹھا کر اس کو کھول دو۔

”اور اگر میں نہ کھولوں۔“

”تو پھر عداوت میں حمران بھی موجود ہے۔“

”اور وہ صبح سے وہ گئے۔“

”کیوں۔“

”یوں ہو گئی، لیکن ہم نے اسے ڈھونڈ لیں گے۔“

”کس کو؟ اس نے حمران ہو کر پوچھا۔“

”سٹی کو۔ اور کس کو؟“

”چپ رہو، ورنہ سب سے پہلے ہم تمہارا کام تمام کر لیں گے۔ اور سے قرا کر کہا گیا۔“

”باب دے۔“

”نہ تو انکسٹر حید۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یہاں عداوت نیا حمران۔ اس میں ایک بات اور قابل خود ہے۔“

”اور وہ کیا سٹر بوڑا؟“

”تو تم نے جان لیا۔ کہ میں خود عداوت میں موجود ہوں۔“

”نہ اس قسم کی گنگو سٹر بوڑا ہی کر سکتے ہیں انھوں نے۔“

”طریقہ ہے میں کیا۔“

”ہم آپ کو دن صبح دیتے ہیں۔ صبحت لیں۔“

”یا تو آپ کا عدالت، عدالت کے حوالے کر دیں اور حمران کو ہم سے لے لیں۔“

”یا پھر حمران کی زندگی ختم۔“

”نہیں۔“

”پہلے حمران کی آواز سنائی جائے۔“

”نہیں۔“

”کیوں نہیں۔“

”لو سنو۔“

”اور پھر حمران کی آواز سنائی دی۔“

”انکل حمید۔“

”یہ میں ہوں حمران۔ ان لوگوں نے مجھے بہت اچھی طرح دکھا ہوا ہے۔ لیکن جان سے مار دینے میں ہرگز مت ہتھیار نہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں میرے بچے۔“

”درا فھر۔ وقت کم ہے۔“

”اور ہمیں ایک اہم فیصلہ کرنا ہے۔“

”انھوں نے فوراً دائر لیس پر آئی جی صاحب سے رابطہ قائم کیا اور ساری صورت حال بتا کر رکھی۔“

”اب فرمائیے۔ میں کیا کروں؟“

”عدالت ان کے حوالے ہو کر رہنا حمید۔ یہ میرا حکم ہے۔“

”آپ جانتے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں؟“

”نہ ا جانتا ہوں۔ یہی نا۔ کہ وہ میرے بیٹے کو مار دیں گے۔“

”جی ہاں بالکل۔ وہ اس پر سٹے ہوئے ہیں۔“

”تم انہیں ایسا کر لیتے دو۔“ فورس منگوا کر۔
 وہ بھی نہ جانے پائیں۔

”تم میں کا فذات ان کے حوالے کیوں نہ کروں؟“
 ”ہرگز نہیں۔“ یہ کام نہیں ہو سکا جیشید۔ وہ پلٹ کر
 سلسلہ کاٹ دیا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ عجیب صورت
 سے دو چار تھے۔

یہ لو قائل

”آخر الیکٹر جیشید نے ان سے کہا،

”سنو دوستو! یہ ٹھیک ہے کہ تم ان کے قبضے

میں ہے۔ اور کا فذات اب تک میرے قبضے میں ہے۔ تم

کا فذات حاصل کرنے کے پھر میں ہو اور ہم چاہتے ہیں۔

تم لوگوں کو کا فذات کی بنوائے دے گئے۔ میں نے فورس

منگوائی ہے۔ چند منٹ کے اندر اندر یہاں بے تحاشہ

فورس موجود ہوگی۔ اس عمارت میں ٹھونڈا رہنے کے کچھ

طریقے ہیں، فرار ہونے کے بھی کچھ راستے ہیں، لیکن نہ تو

تم ان طریقوں سے واقف ہو اور نہ ان راستوں سے۔“

عمارت میں نے بنوائی تھی۔ لہذا اس سے میں ہی زیادہ واقف

ہو سکتا ہوں۔ آئی جی صاحب نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔

یہ کہ تم ان کے بیٹے کو مار دے ہو تو مار دو، لیکن کا فذات

تھا دے حوالے نہیں کے جائیں گے۔ جانتے ہو۔ اس کا

کیا مطلب ہے۔ تم عمران کو ہلاک کر دو گے، لیکن خرم
بیچ کر میں جا سکو گے۔ اب فیصلہ کرنا تعاملاً کام ہے
کہ کر انپکڑ، جیڈ خاموش ہو گئے۔

”ہم بھی فیصلہ کر چکے ہیں۔ ہم بچتے ہیں یا نہیں۔
یہ بعد کی بات ہے، عمران کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔
مرد آواز میں کہا گیا۔

”ابھی بات ہے۔ میں کاغذات تم لوگوں کے حوالے
کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن اس کے لیے مجھے اندر تو آنا
ہو گا۔ انھوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

”یہ۔ یہ آپ نے کیا کر دیا آتا جان۔“

”بھئی اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔ وہ بولے۔

”ٹھیک ہے۔ آپ اندر آ سکتے ہیں۔ لیکن اکیلے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اکیلا آ رہا ہوں۔ خیال رہے۔“

پہلے تم عمران کو باہر بھیج دو گے۔ اس کے بعد میں کاغذات تم
لوگوں کے حوالے کر دوں گا۔

”کیا مطلب؟ اندر سے چونک کر کہا گیا۔

”مطلب یہ کہ فائل میں بعد میں تم لوگوں کے حوالے
کر دوں گا۔“

”نہیں۔ یہ سودا منظور نہیں۔ ہم آپ سے واقف

ہیں۔ عمران کو باہر بھیج کر تم صاف کر دو گے۔ باقی نہیں
بچے کاغذات۔ جو کرنا ہے، کر لو۔ آپ تو اس وقت چھنے
ہو گے ہی عمران کی وجہ سے ہیں۔“
”ہوں! تو پھر۔ میں ایک اور تجویز پیش کرتا ہوں۔“
”اور وہ کیا؟“

”میں سیف میں سے کاغذات نکال کر فائل اس وقت
تک اپنے ہاتھوں میں رکھوں گا، جب تک کہ تم لوگ عمران
کو عمارت سے باہر نہیں نکال دو گے۔“

”چلیے ٹھیک ہے۔ یہ بات منظور ہے۔ اندر سے کہا گیا۔

”ابھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“

”آتا جان! آپ نے ایک بہت اچھا فیصلہ کیا ہے، لیکن

اس میں یہ خطرہ موجود ہے کہ کاغذات ان کے ہاتھ نہ لگ
جائیں۔ فرمائے بے چین ہو کر کہا۔

”تم باہر رہ کر میرے لیے اور عمران کے لیے دعا کرو گے

اور فوٹس آ جاتے تو عمارت سے نکلنے والے تمام خفیہ راستوں

پر اور اس عمارت کے ارد گرد انھیں متروک کر دو گے۔ انھوں

نے حکم دیا۔

”یہ کام تو خیر ہم کریں گے۔“

”دوسری بات یہ کہ اگر میں باہر آؤں تو بیچ کر ان

میں سے بھی کوئی نہ جانتے۔

ایسا ہی ہو گا اباً جان! نکمہ نے ٹٹکس لہجے میں کہا۔

کیا سوچنے لگے آپ۔ ڈر تو نہیں لگ رہا؟

نہیں۔ میں آ رہا ہوں۔ وہ بولے اور انھیں اللہ حافظ! کر آگے بڑھے۔

اللہ حافظ! ان سب نے کہا۔

بندہ میکڈ میں وہ عمارت کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ کھلا اور انھیں اندر کھینچ دیا گیا۔ جلد ہی ان کے پاروں طرف ناقص اٹھی نظر آئیں:

یہ کیا بھی؟

پچھلے آپ کی تلاشی لی جاتے گی۔ آپ کے پاس کوئی ہتھیار نہیں رہنے دیا جائے گا۔

عقل مند۔ میں ہتھیار لے کر نہیں آیا۔ وہ مسکرائے۔

ہم اپنا اطمینان تو کریں گے جناب!

مقرر کردہ انھوں نے منہ بنایا۔

جب وہ اطمینان کر چکے تو انھیں اندر لے جایا گیا۔ مہر میں عمران بندھا پڑا تھا۔

اب آپ سیٹ میں سے کاغذات نکال لیں۔ ہم عمران کی دیباں کاٹ دیتے ہیں۔

اچھی بات ہے! یہ کہ کردہ عمران سے بولے:

اسی لوگوں نے کوئی زیادتی تو نہیں کی؟

نہیں بالکل۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے اپنی جان

کو خطرے میں ڈال کر میری جان بچائی ہے!

کوئی بات نہیں بھی!

انھوں نے مسکرا کر کہا اور سیٹ والے کمرے میں چلے گئے۔

قریباً دس سیٹ آدمی ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ آخر انھوں نے

نہر ملا کر سیٹ کو کھولا اور اس میں سے ایک موٹی خاک نکل

لی۔ پھر وہ سیٹ کو سینے سے لگائے صحن کی طرف آئے:

اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ وہی خاک ہے!

اس سیٹ میں اس کے علاوہ کوئی اور خاک اس وقت ہے

ہی نہیں۔ آپ کو سیٹ کھول کر چیک کر سکتا ہوں!

بالکل۔ آپ کو ایسا کرنا ہو گا!

آئیے! انھوں نے منہ بنایا۔

وہ انھیں ساتھ لے کر چھ بجو کی طرف آئے۔ اس کو

کھولا اور اندر کے تمام خفیہ خانے کھول دیئے:

یہی ہے۔ اچھی طرح چیک کر لیں!

ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی اور بھی غلطی ہو

اور میرا دعویٰ ہے کہ کوئی اور غلطی نہیں ہے۔ آپ ثابت

کر دیں۔ تجوی کے کسی ماہر کو بلوا لیں؟
'خیر۔ ہم اتنا لمبا انتظار نہیں کر سکتے۔ آپ کی بات
پر ہی یقین کرنا ہو گا۔'

'تو پھر اب عمران صاحب کو جانے دیں؟
'تم بات کیے ہو جی۔' خلوت میں موجود بھروسوں کے انچارج
لے لیا۔

'انگل اے کیسی صورت حال ہے۔ میرا جانے کو ہانکل
جی نہیں چاہ رہا۔'

'ہائیں جی۔ وقت ضائع کریں۔'

عمران نے ان پر ایک نظر ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں
آنسو اٹھ آئے، پھر وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور باہر کی طرف
چل گیا۔

'اب انکپٹر جشید۔ آپ کیا کہتے ہیں؟'

'ابھی میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پہلے میں عمران کی اپنے
لوگوں میں پہنچنے کی خبر سن لوں؟
'ضرور کیوں نہیں؟'

ایک منٹ بعد کو آواز گونجی

'سر اسٹر عمران یہاں پہنچ گئے ہیں۔'

'انہیں اسی وقت ایک بند گاڑی میں عمر کی طرف روانہ

کر دو۔ انہوں نے کہا۔

'او کے سر۔ اس حالت کو فورس پوری طرح سمجھ
میں لے چکی ہے۔'

'ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میرے ساتھ چاہے کچھ بھی ہے،
تم میری ہدایات کے مطابق عمل کرو گے۔
'انکل غان رحمان بھی آگئے ہیں۔'

'فورس کی گمان غان رحمان کے ہاتھ میں دے دی جائے،
رو فیصلہ داد کو بھی شہر جیج دیا جائے۔ عمران کے ساتھ
آج بھی دیں۔'

'ہرگز نہیں جشید۔ میں نہیں ہاؤں صاف وہ چلائے۔

'لک اور قوم کو آپ کی بہت ضرورت ہے۔'

'میرا خیال ہے۔' ایجادات کی حد تک میں اپنا کام
کمل کر چکا ہوں۔'

'اس کے باوجود۔ آپ چلے جائیں۔ میری درخواست
ہے آپ سے۔'

'درخواست منظور۔ وہ بولے۔'

'اچھا اکرام۔ تم عمران کو تو بھیج دو۔'

'اسی وقت ایک گاڑی عمران کو لے کر روانہ ہو گئی۔

'اب کیا پروگرام ہے؟' انچارج نے کہا۔

ابھی تھوڑا زیادہ دُور نہیں گیا:

”گیا آپ چاہتے ہیں۔ وہ پہلے گھر پہنچے۔ پھر خال گھر
ہمارے حوالے کریں گے۔“

”نہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ وہ کم از کم شہری حدود میں
داخل ہو جائے۔“

”لیکن بھلا اب ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کیوں
کرنے لگے۔ خال تو اب آپ کے ماتحت میں ہے۔“

”ہاں! میں جانتا ہوں۔ اس کے باوجود آپ کو کچھ انداز
کرنا ہو گا۔“

کچھ دیر بعد انھوں نے بلند آواز میں پوچھا:

”ہاں بھئی۔ عرفان کی کیا رپورٹ ہے؟
شہری حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔“

”بہت خوب۔ دوستو۔ اب میری اور تمہاری باتیں ہو
جائیں۔ انیکٹر جمید نے خوش گوار انداز میں کہا۔

”ہاں ضرور۔“

”اس عمارت میں تم کُل کتنے ہو گے؟
پچاس آدھی تو ہیں ہی۔“

”بہت خوب۔ یہ خال۔“
انھوں نے یہ کہہ کر خال ان کے سامنے گرا دی اور بولے:

”یہ اب میں اپنے ساتھیوں میں جا سکتا ہوں؟
نہیں۔ پہلے ہم خال کو چیک کر لیا گے۔“

”بڑی خوشی سے چیک کریں۔ وہ مکرانے۔
انچارج نے خال کو کھالی۔ اس کو کھولا اور پھر بڑی

طرح اچھا:

”یہ۔۔۔ یہ کیا تہ۔
یہی ہوا اسلئے؟ کئی آوازیں ابھریں۔“

”یہ۔۔۔ یہ تو بالکل سادہ خال ہے۔ میرا مطلب ہے۔
اس خال میں کورسے کاغذات کے سوا کچھ نہیں ہے۔“

”کیا! اس کے سب ساتھی پتا اٹھے۔
”ہاں! میں غلط نہیں کر رہا۔“

”یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم نے انیکٹر جمید کی ایک
ایک حرکت پر نظر رکھی تھی۔ اور باس کے منصوبے کے

میں مطابق ہر بات پر عمل کیا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا
ہے کہ۔۔۔“

”کچھ میں وضاحت کروں۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انیکٹر
جمید مکرانے۔“

”پہلے آپ وضاحت کر دیں۔“

”تیور عالم کے ہاں جب جادوگر نے اپنے کلمات دکھائے

اور اللہ شیطانی چہرہ ان کی بیٹی کو نظر کیا تو میں سمجھ گیا کہ کوئی چکر پٹایا جانے والا ہے۔ میں نے اس وقت غور کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور آخر میں اس پتہ سے منظر کو سمجھ گیا:

”پورا منصوبہ سمجھ گئے۔ آخر کیسے؟“

”میں سمجھ گیا کہ سارا ڈراما تیمور عالم کے گھر میں موجود سرکاری کاغذات کو پھانسنے کے سلسلے میں کیلا جا رہا ہے، لہذا میں نے اسی وقت سے ان کی حفاظت کی تیاری شروع کر دی۔ میں نے ہر لحاظ سے غور کیا کہ دشمن کا منصوبہ کیا ہو سکتا ہے اور جواب میں ہمیں کیا کرنا ہو گا۔ میں نے ساری تیاریاں تو مکمل کر لی۔ ایک یہ بات میرے وہم و گمان میں نہیں تھی کہ آئی جی صاحب کے بیٹے کو اغوا کرنے کا منصوبہ بھی بنایا جا چکا ہے۔ یہ وار ضرور بہت کمزور تھا اور توڑ دینے کے لیے میں پریشان ہو گیا تھا، لیکن ایک ایذا ناک چہرہ تھا۔ وہ یہاں تک کہ کر رہ گئے۔“

”اور وہ کیا؟“

”یہ کہ۔۔۔ کاغذات کم از کم تم لوگوں کے ہاتھ نہیں گئے۔ دوں گا۔“

”لیکن آپ تیمور عالم کی کوٹھی سے کاغذات۔۔۔“

وقت تک آتے ہیں۔ ہمارے آلات نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ان ۱۰ ٹھیک ہے۔ دراصل میں فرضی کام ایک ہی نہیں

کرتا۔ ہر کام پوری منصوبہ بندی سے کرتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے جب روانہ ہوا تو میرے پیٹنے کے ساتھ یہ فائل بندی تھی۔ تیمور عالم کے گھر میں جا کر میں نے ان سے بہت کھواٹی اور وہ فائل وہاں سے نکال لی۔ اسے پیٹنے کے ساتھ اپنے پاس

پیٹنے سے بندی ہوئی فائل ہاتھ میں لے کر باہر نکل آیا۔ سرکاری حکام کی میں بیٹھ کر پھر ہم لوگ اس حالت میں آئے، لیکن یہ بات میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں بتائی تھی کہ فائل نقلی ہے۔ دراصل یہ بات میں نے شروع میں ہی

عمدوں کو بتائی تھی کہ سائنسی آلات سے اس کیس میں بہت زیادہ کام لیا جا رہا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے گھر میں ہونے والی بات چیت بھی سنی جا رہی ہے۔ اور آئی جی صاحب کے کمرے میں ہونے والی بات چیت بھی۔ مطلب یہ

کہ دشمنوں نے اپنا جال پوری طرح پھیلا رکھا ہے۔ ان حالات میں میں اصل فائل یہاں کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔ وہ تو اگر تم لوگ آئی جی صاحب کے بیٹے کو اغوا کرتے تو اگر ہم لوگ یہاں آتے بھی۔ اور اس صورت میں تیموری بھی تم سے کھل جاتی۔ تم فائل دیکھ کر کھانسنے

اور اندر لپٹائی چھو ان کی دہلی کو نظر کیا تو میں نے کہا
کوئی پتھر پھٹا ہوا ہے۔ میں نے اس کے
پور کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور آخر میں اس پتھر کے
کچھ لپے۔

”یہاں مضبوط کچھ لگے۔ آخر کیسے؟“

”میں نے کہا کہ سدا ڈھانا تیرہ عالم کے گھر میں دوسری
کائنات کو پڑانے کے سلسلے میں کیسلا ہوا ہے۔ لہذا
نے اسی وقت سے اس کی حفاظت کی تیلہی شروع کر دی
میں نے ہر لحاظ سے غور کیا کہ دشمن کا منصوبہ کیا ہو گا
اور جواب میں ہمیں کیا کرنا ہو گا۔ میں نے سدی تیار
تو کھل کر لی۔ ایک بات میرے دہم و گمان میں
نہیں تھی کہ آئی بی صاحب کے بیٹے کو انوار کہنے کا
جی ملایا جا چکا ہے۔ یہ وار ضرور بہت کڑی تھا اور
دور کے بے میں پریشان ہو گیا تھا۔ لیکن ایک دلیرانہ
تھا۔ وہ یہاں تک کہ کر دے گئے۔
اور وہ کیا؟“

”یہ کہ۔ کائنات کم از کم تم لوگوں کے اہل ہیں
لگے دوں گا؟“

”لیکن آپ تیرہ عالم کی کوئی سے کائنات سے کر رہی

فہمیت سمجھ آئے گی۔ بہت کثرت کے ہیں یہ بتاؤ گے۔

”ان ۱۰ لپٹک ہے۔ دماغ میں کوئی کام نہیں

ہی۔ ہر کام پوری مشاعرہ بندی سے کرتا ہوں۔ جی اپنے گھر

سے سب بھاڑا ہوا تو میرے بچنے کے ساتھ یہ فاضل ہادی

تھی۔ تیرہ عالم کے گھر میں جا کر میں نے اس سے بہت کچھ

اور وہ فاضل لوگوں سے نکال لی۔ اسے بچنے کے ساتھ

پہلے سے ہادی ہوتی فاضل آتے ہیں سے کہ پھر نقل آ۔

سردار کاڑی میں رہتے کہ پھر ہم لوگ اس حالت میں آئے۔

لیکن یہ بات میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں بتائی تھی کہ

فاضل نقل ہے۔ دماغ یہ بات میں نے شروع میں ہی

عموم کر لی تھی کہ سائنسی کثرت سے اس کی کثرت

زیر کام لیا جا رہا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے گھر میں

ہونے والی بات بہت جی سی جا رہی ہے۔ اور آئی بی صاحب

کے گھر سے میں ہونے والی بات بہت جی۔ مطلب یہ

کہ دشمنوں نے اپنا ہال پوری طرح چھینا رکھا ہے۔ اس

حالت میں میں اصل فاضل یہاں کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔

وہ تو اگر تم لوگ آئی بی صاحب کے بیٹے کو انوار

کہتے تو ہم لوگ یہاں آتے جی۔ اور اس صورت میں

یہ تیرہ جی تم سے نقل جاتی۔ تم فاضل دیکھ کر کچھ

نہی۔

اور بس... انکھڑ جھنڈ یہاں تک کہ گونا گوں ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ اصل فاضل کہاں ہے؟

عمران اب تک گھر پہنچ چکا ہو گا۔ انکیز مشورہ

۲۔ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔

تو پھر کیا ہے۔ میں کہتا یہ چاہتا ہوں کہ عوام

جو کہ اب تک گھر پہنچ چکا ہوگا ، اس لیے مجھے

لوگوں کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ اب فائل تم لوگوں کی

مل سکتی - بادوگر کا پروردگارم - اوہ نہیں - بادوگر کا نہیں

کا پرکار نامی طرح کا کام ہو چکا ہے۔

ایک طرف - آپ بالکل غلط کہہ رہے ہیں۔ آپ

لوڑا کو میں جانتے ہوں

”اچھا! اگر میں غلط کر رہی ہوں تو صحیح بات کیا ہے؟“

۲۰ کہ عمران ہرگز گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ

ہمارے حوالے : کردی جائے۔ نقلی فائل نہیں، اصلی فائل

14

”اس بات کا ثبوت ہے کہ آپسٹریٹھمہ سکوائے۔“

ابھی فون آئے گا اور آپ فون پر عمران سے بات کریں

25

”ابھی بات ہے۔ کر میں گے۔“ نانی نے بھی ہنسی۔

کو نہیں ملے گا۔

وہ کہے۔ صورت حال تو جوں کی توں یہی۔ مگر حرمین

جنگل کے قبضے میں ہے۔

آئی جی صاحب جے ایم ڈی کے پے ہیں۔ ان کے پے

یہاں سے پہلے سوال یہ ہے کہ فاضل کمال ہے؟

وہاں پر ایک اور شخص بھی تھا جس کا نام بھی نہیں یاد ہے۔

آپ کے لئے ہونے کا پروگرام بنا چکے ہوں انیکٹر جینیہ جبریل

میں مگر تھے

میں مطلب - یعنی ہم آپ کو یہ بھی نہیں کہتے، کہو

فائل کے بارے میں صرف آپ کو معلوم ہے۔

ہاں۔ بالکل۔ اب کیا خیال ہے۔ میں ایک

قہقہے لگاتاروں - لیکن نہیں - میں قہقہے میں لگاؤں گا۔

حضرت کریم علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

پہلے کیا بات لے بیٹھے۔ اس نے سر ہٹایا۔

معلوم ہوا - تم ضرور اسلام دشمن ہو۔

"اسلام دشمن نہ ہوتے تو یہاں ہرگز نظر نہ آتے"

نے فوج کے آغاز میں کہا:

اب کی پروگرام ہے؟

ابن یونس

”ہم آپ کو اگر مار نہیں سکتے تو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔“
 ”اور یہ عادت جو فوج کے گھیرے میں ہے۔“
 ”اس گھیرے کو توڑنا، ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔“
 ”انہیں باندھ دو۔“

”ہم آپ کو اگر مار نہیں سکتے تو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔“
 ”اور یہ عادت جو فوج کے گھیرے میں ہے۔“
 ”اس گھیرے کو توڑنا، ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔“
 ”انہیں باندھ دو۔“

”ہم آپ کو اگر مار نہیں سکتے تو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔“
 ”اور یہ عادت جو فوج کے گھیرے میں ہے۔“
 ”اس گھیرے کو توڑنا، ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔“
 ”انہیں باندھ دو۔“

”ہم آپ کو اگر مار نہیں سکتے تو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔“
 ”اور یہ عادت جو فوج کے گھیرے میں ہے۔“
 ”اس گھیرے کو توڑنا، ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔“
 ”انہیں باندھ دو۔“

”ہم آپ کو اگر مار نہیں سکتے تو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔“
 ”اور یہ عادت جو فوج کے گھیرے میں ہے۔“
 ”اس گھیرے کو توڑنا، ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔“
 ”انہیں باندھ دو۔“

”ہم آپ کو اگر مار نہیں سکتے تو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔“
 ”اور یہ عادت جو فوج کے گھیرے میں ہے۔“
 ”اس گھیرے کو توڑنا، ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔“
 ”انہیں باندھ دو۔“

”ہم آپ کو اگر مار نہیں سکتے تو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔“
 ”اور یہ عادت جو فوج کے گھیرے میں ہے۔“
 ”اس گھیرے کو توڑنا، ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔“
 ”انہیں باندھ دو۔“

میں تھارے آدھی راتیں بھی مارتے تھے۔
تو میں - وہ راتیں کہاں ہیں؟
انچارج اور اس کے ساتھی اچھل پڑے۔
نہیں تھیں یہاں انہوں نے یہی نہیں۔

خوفناک خبر

یہ - یہ - یہ کیا بات ہوئی - وہ راتیں کہاں گئیں؟
اب بھی اگر بات سمجھ میں نہیں آئی تو سن لو سسر
انچارج - تم نے اس عمارت کا رخ کر کے زبردست غلطی
کی تھی - یہ عمارت میں نے بھرائی ہوئی ہے - اس کے
دروازوں کو صرف میں یا میرے بچے جانتے ہیں - یہ عمارت
تو پوری فوج کا منہ پھیر دینے کے لیے کافی ہے - اس پر
اگر دشمنی کا قبضہ ہو جائے تو بھی ہم ہی کامیاب ہوں
گے - جیسا کہ اس وقت تم دیکھ رہے ہو - وہ راتیں یہاں
نہیں ہیں - بلکہ - باقی لوگوں کے پاس جو ہتولہ وغیرہ
تھے - وہ بھی ان کے پاس اب نہیں ہیں - گویا ہم نے پستل
سے مقابلے کی پوری تیاری کر رکھی تھی - کیونکہ میں بھی یہ
بات جانتا تھا - کہ تم لوگ یہاں آؤ گے - پھر یہ کس طرح
ہو سکتا تھا کہ میں یہاں کوئی انتظام نہ کروں - دیکھ لو کیسا

انہم کیا ہے تھوڑا ۔

وہ کہتے ہیں آگئے ۔ بات ان کی کچھ دیر
میری تھی کہ راتیں کس طرح غائب ہو گئیں ۔

غیر کوئی بات نہیں ۔ اگر اسکو غائب ہے تو

ہم تعلق میں پچاس ہیں اور پچاس آدمی ایک ہی

میں اگر آپ ہر محلہ کوور ہو جائیں تو آپ کا کیا ہے

کچھ بھی نہیں ۔ یہ بھی کوڑے دیکھ لو ۔ اگرچہ

تو تم پچاس کے پچاس پوری کوشش کے باوجود

اب تک نہیں لکھ سکے ۔ لیکن میں یہ تماشہ دکھانے کی

چاہوں ۔ دکھانے کو تم پچاس کے پچاس کو لگتی

تھوڑا نیالی ہے ۔ پچاس ایک کے مقابلے میں

نیا ہے ۔

اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایک

مختص میں ایک ہزار آدمی بھی بعض جگہوں میں

فتح اسلام کی ہوئی ۔

میں ان باتوں کے موافق میں نہیں ہوں ۔

محبت حال کے بارے میں بات کریں ۔

وہ تم لوگوں کے سامنے ہے ۔

پلو جی ۔ انہیں لکھ لو ۔ سب ٹوٹ پڑو ۔ بس اتنا

نیالی ہے ۔ یہ صورت حال سے نامر جائیں ۔ بے ہوش

ہوتے ہیں ۔ ہو جائیں ۔

پلوں طرف سے پچاس کے قریب آدمی ان پر ٹوٹ

پڑے ۔ وہ نہایت مقامی سے ان کے ٹوٹے سے نکل گئے

نکلے تھے دو چار فائدہ اور انہیں ان کے رسید کر گئے ۔

پھر حملہ کرو دو ستو ۔ بہت مراکتے گئے ۔ انکسٹر

انہوں نے بارے سے متنبہ ہوئے اور ایک بار پھر

ہوتے ۔ لیکن انکسٹر جمید نے اس بار اپنی جھانگ

اور ان کے درمیان سے نکل کر دور جا کھڑے ہوئے ۔

میں انہیں ان کی نو پر آ گیا ۔ انہوں نے آؤ دیکھا

اس کے پیٹ میں ایک لالت دے ماری ۔ وہ ٹھکرایا

لوند سے منگرا ۔

انہیں اس کا یہ انجام دیکھ کر باقی ٹھک گئے ۔ اور

دوسرے دنوں میں انکسٹر جمید کا مقابلہ کرنے گئے ۔ ان کے

سے انہوں نے اور بھی فائدہ اٹھایا اور گئے ۔ تاثر توڑ

کرنے ۔ جلد ہی وہ سب ڈھیر ہو گئے ۔

کمال ہے ۔ ہم پچاس آدمی ایک آدمی کا مقابلہ نہیں

کر سکے ۔ انہیں بڑھایا ۔

ایسا ہی ہوتا ہے ۔ انکسٹر جمید نے سکوا کر کہا اور پھر

بلند آواز میں کہا :

"تم سب اندر آگئے ہو جی۔ میدان اب اللہ کی سرکاری زمین ہے۔"

"اوہ۔ بہت خوب۔" باہر سے قادق کی آواز سنائی دی۔
پھر وہ سب عمارت میں جمع ہو گئے ، انکسٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
اندر پیش آنے والے حالات کو سنائے۔

"سوال یہ ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ خزانہ بولی۔"

"کھڑے نہیں۔ بیٹھے ہیں۔" قادق نے مدد بنایا۔

"ہم کوئی کام کی بات کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔
سے دیکھا نہیں جاتا کیا؟ محمود نے جمل کر کہا۔

"دیکھتا بھی ہوں اور سنا بھی ہوں۔ اس لیے کہ اندر
بہرہ نہیں ہوں۔"

"ہوں! جادوگر اور بوڑھا غائب ہیں۔ اصل مجرم یہی ہے۔
جب تک یہ گرفتار نہیں ہو جاتے۔ ہم قادیان نہیں ہوں گے۔
انکسٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

"ان کے گرفتار ہونے پر بھی ہم قادیان نہیں ہوں گے۔
کوئی اور کیس شروع ہو جائے گا۔"

"دیکھا۔ پھر بول اٹھا۔" خزانہ نے اسے گھورا۔

"سب سے پہلے ہمیں عمران کے بارے میں معلوم ہونا۔"

چاہیے۔ انکسٹر جمشید نے کہا اور وائٹریس پر کوئی جی صاحب سے
رابطہ قائم کیا۔

"اب جمشید۔ عمران پہنچ گیا ہے ، لیکن بہت خوفزدہ ہے۔
اچھے سے انکسٹر کی خدمات حاصل کریں۔ اور ان کو گھرانے

کے لیے سادہ لباس والے مقرب کر دیں۔ ابھی ہم خطرے
میں ہیں ، کیونکہ کافلات ان کے ہاتھ نہیں لگ سکے اور بوڑھا
گرفتار نہیں ہو سکا۔ لہذا وہ زخمی سانپ کی طرح جلی کھا رہا
ہوگا۔ ضرور کوئی قدم اٹھائے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ عمران کو اب بہت حفاظت سے رکھا گیا
ہے۔ بوڑھا یہاں نہیں آ سکتا۔ ویسے جمشید ، کیا یہ سدا چکر

صرف کافلات چرانے کے لیے تھا؟

"اب تک کے واقعات تو یہی اشارہ کر رہے ہیں۔"

سوال یہ ہے کہ ان کافلات کی اہمیت کیا ہے؟

"ذراتِ خداجہ جانے۔ ہم نے ان کا مطالعہ نہیں کیا۔"

ان کا کہنا ہے کہ بہت زیادہ اہم ہیں ، ہمارے لیے اتنی

ہی بات کافی ہے۔ ایک منٹ جمشید۔ کوئی ضروری پیغام

آ رہا ہے۔ میں ذرا وہ سن لوں۔ تم ابھی سیٹ پر ہی

موجود رہنا۔"

"جی ہسٹر! انھوں نے کہا اور سب پر ایک نظر ڈالی۔"

اب سب ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اپنا ایک انھوں نے
آئی جی صاحب کی لرزتی آواز سنی :

"خضب ہو گیا۔ جتید - فردا اصرار جاؤ۔"
"جی کمال! آپ کے پاس؟"

"فی - نہیں - صدر مملکت کے پاس۔"

"آخر بات کیا ہوئی؟"

"صدر صاحب نے کچھ نہیں بتایا۔ بس اتنا کہا ہے۔"

خضب ہو گیا۔ جتید کو لے کر فدا آئیں۔ لہذا میں جی
وہیں پہنچ رہا ہوں، اس طرح وقت بچے گا۔
"اچھی بات ہے۔"

وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ انپکٹر جتید کے
چہرے پر پریشانی کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے۔ بیٹے بھائے کوئی اور پکر شروع ہو
گیا ہے۔ محمود بولا۔"

"نہیں محمود۔ ایک بات میں شروع سے محسوس کر رہا تھا،

لیکن میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک کچھ معلوم نہ

ہو جائے، کوئی بات سامنے نہ آ جائے، اس وقت تک

انسان کیا کر سکتا ہے۔ انھوں نے کہا۔

"ہم آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھے۔"

میں شروع سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ کائنات پرانے کا

یہ بڑا منصوبہ صرف ایک ڈراما ہے۔"

"کیا - نہیں - وہ چلتا ہے۔"

"ہاں ایکس یہ ڈراما اس قدر مہارت سے قریب دیا گیا

کہ ہم سب اس میں الجھ کر رہ گئے، اس طرح کہ سوچنے

سمجھنے کی ذرا بھی مہلت نہ ملی۔ اور اگر مجھے ذرا سا خیال آیا بھی

تو کہیں یہ سب ڈراما تو نہیں ہے۔ تو بھی واقعات نے

اس قدر ابھائے دکھا کر میں کسی اور طرف توجہ بالکل نہ

دے سکا۔ اور اگر میں دیتا تو بھی کیا کر سکتا تھا، کوئی بات

سامنے جو نہیں آئی تھی۔ اب بھی کیا بات سامنے آئی ہے۔

ہمیں معلوم نہیں۔ کیا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ نہیں۔ بالکل

نہیں۔ شاید آئی جی صاحب بھی اندازہ نہ لگا سکیں۔ صدر صاحب

ہی بتائیں گے تو ہمیں پتا چلے گا اور اس کے بعد ہی ہم

حرکت میں آئیں گے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔ یوٹا کی اہل

چال یہ تھی۔"

"ہاں! وہ منصوبہ ہندی کا بادشاہ ہے۔ اپنے مخالف کو

ابھالنے کا ماہر۔ دوسرا آدمی اصرار اصرار دیکھنے کی مہلت ہی

نہیں پاتا۔ اور پتا بھی لے تو بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ بالکل بھاری

طرح: انھوں نے کہا۔

اگر اپنا دم فرمائے۔ ہمارے سنے میں بھی لکے کے مجرم آتے ہیں: فاروق نے سرد آہ بھری۔ کدو سرسٹہ منکرا رہ گئے۔

وہ میں اس وقت ایلان مدد پہنچے جب کئی جی صاحب پہنچے۔ اور ایک ساتھ اندر داخل ہوئے۔

شکریہ جیٹہ۔ تم بالکل وقت پر آ گئے۔ مجھے انتظار کی زحمت نہیں کرنا پڑی۔ وہ میں باہر دک کر انتظار کرنا پڑی صاحب ہوئے۔

ہم بھی آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، کیونکہ آپ بھی اس وقت پر پہنچے۔ اور ہمیں بھی آپ کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ انکسپلر وین نے منکرا کر کہا۔

صاحب نے مردہ گلاز میں ان کا استقبال کیا:

--- -- کیا ہو گیا۔ شیخ صاحب۔ جیٹہ:

ہمیں تو ابھی تک کچھ بھی معلوم نہیں ہے سزا:

میں نے ابھی تک کسی کو بھی خبر نہیں سنائی۔ میں جگ

سے صرف مجھے اطلاع بھیجی گئی ہے۔ میں نے صرف ایک کام

کیا ہے۔ تمام پروازیں فوراً روک دی ہیں۔ اب پیکلنگ کے بغیر

کوئی جہاز کسی ٹک نہیں ہاٹکے گا۔ اس میں تو اتنا کر سکا ہوں:

آپ فوراً بات بتا دیں۔ تاکہ ہم انتظامات کر لیں:

ہوں۔ بات ہے۔ کہ ہمارے ایجنٹ چارٹ کے تمام

پریمیم چارٹ کیا گیا ہے:

آپ۔ آپ کا مطلب ہے۔ پریمیم ۲۲۵۔ میں سے

پریمیم بنایا جاتا ہے:

ہاں اس میں نے سوچا۔ یہ یوں تو اہم بم ہمارے بغیر

نہیں سکتے۔ جلے کر کے ہم ویسے ہی کام ہو چکے ہیں۔ تو

پکشل کیوں نہ کر لی جائے۔ پہلے ہی وہ پکشل کر چکے

ہیں اور تم ان کے آڑے آ گئے تھے، میں اس پر انھوں نے

سوچا اب ہاتھ ملتا ہے:

وہ سکتے ہیں آ گئے۔ انکسپلر جیٹہ اصل کردار میں بیٹ

کے پاس جا بیٹھے۔

دوسرا وارنٹ

پندرہ منٹ بعد انچیکر جیشد ان کی طرف نکلے :

"مک سے باہر جانے والے تمام راستے بند کر دیے گئے ہیں۔ زفنا کے راستے کوئی جا سکے گا، نہ سمندر کے راستے اور نہ خشکی کے راستے۔ لیکن اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ ان انتظامات سے پہلے تو نہیں نکل گئے۔ وہ کم بہت ہیں جی ہادوگر قسم کے لوگ۔ یا کم از کم ان میں سے ایک تو ضرور ہادوگر ہے۔ اور اگر ہادوگر نہیں ہے تو پھر پھانسی کا ماہر ضرور ہے، پھانسی کا ماہر آدمی بھی ایک طرح کا ہادوگر ہی ہوتا ہے۔"

"ہوں میں بتاتا ہوں۔ میں نے جب شیخ صاحب کو فانی کیا۔ اس سے صرف دو منٹ پہلے مجھے یہ بات بتائی گئی۔ پہلے میں نے ایر پورٹ حکام کو خبردار کیا۔ اس کے لیے مجھے صرف ایک ٹی ڈیانا پڑا۔ کوئی بات نہیں کہنا پڑی۔"

"ہمارے درمیان طے شدہ بات ہے۔ لہذا اطلاع ملے کہ فدا بعد کوئی جہاز کم از کم مک سے باہر نہیں گیا۔ سمندر کے راستے کوئی لاپنج وغیرہ نکل گئی ہو تو میں کچھ کر نہیں سکتا۔"

"ہوں۔ خیر۔ ہم دیکھتے ہیں۔ اگر یونیم ابھی مک میں ہی ہے۔ تو ان شاء اللہ ہم جانے نہیں دیں گے اور اگر لے جایا جا چکا ہے تو... انچیکر جیشد کتے کتے دک گئے۔"

"تو کیا جیشد؟ صدر صاحب نے بے چین ہو کر کہا۔
"تو سر۔ وہ جس ملک میں یا جہاں بھی وہ لے گئے ہیں۔ میں ان کا تعاقب کروں گا۔ نہ صرف میں یونیم ان سے لے کر آؤں گا۔ بلکہ میں ان کے ایٹمی پلانٹ تباہ کر کے رکھ دوں گا۔"

"ایں تو بعد کی ہیں جیشد۔"

"ہم جا رہے ہیں سر۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"میں کیا کروں جیشد؟ آئی جی صاحب بولے۔"

"آپ تمام سادہ لباس والوں کی ڈیوٹیاں لگانا شروع کر دیں۔ اس طرح کہ ہمیں ان کی جہاں اور جب ضرورت پڑے آئے۔ ہمیں وقت نہ ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھی دفتر چلتا ہوں۔"

معد صاحب کو دلاسا دے کہ وہ باہر نکل آئے۔ اپنے خاص کمریوں کو پہلے ہی خبردار کر چکے تھے۔ آلات کے ذریعے تلاشی کا کام شروع کر چکے تھے۔ باہر جانے والی ہر پرواز اور ہر تحریک جہاز اور کی جب تک ان آلات کی مدد سے تلاشی نہ لے لی جاسکے وہ جانیں سکتے تھے۔

باہر نکل کر وہ دھولے

اب ہم کیا کریں بھئی۔ کیا ہم بھی تلاشی کا کام کریں؟ جہاں تک میرا خیال ہے۔ بوڑھا نے جو دھواں قریب ان کے کردار بھی ہر جہاز پر غور کرنے کے منصوبے میں شریک تھے۔ لہذا آپ انہیں نظر انداز نہ کریں؟ فریڈ نے ٹھیک ہے۔ لیکن اصل آدمی ہمارے ماتحت کب آئے گا؟ ایکسپلر جیٹ دھولے۔

فریڈیم کو صرف چرایا گیا ہے۔ فوری طور پر ایک سے باہر لے جانے کی کوشش نہیں کی گئی، دیکھ ایسی کوڑا فی الحال کریں گے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے۔ کس دور جہاز ہیں۔ اس کیس میں تو بس یہی ایک جگہ ہمارے سامنے ہم لوگ اختیارات کر رہے ہیں۔

ہوں۔ تب پھر۔ بوڑھا اور اس کا ساتھی جلاوٹر۔ جتنے بھی وہ ہیں۔ یہیں کہیں ہوں گے۔

ان اڑہاؤں میں گھر میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ وہ آپ تو جہاز کا کام آسان ہے۔ سب متعلقہ لوگوں کے لیے یہاں کا جائزہ لے لیا جائے۔ لیکن کس طرح۔ جس گھر میں بھی وہ ہیں۔ انہیں سب کے لئے تو یہیں رکھا گیا ہو گا۔ یہ وہ جے چپا کر رکھا گیا ہو گا۔

اس میں کیا شک ہے، لیکن ہم بھی تو چپا کر رکھے گئے۔ اس کو تلاش کرنے کے باہر ہیں۔ فلاحی مسکرایا۔ ہمیں وقت بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کیا خیال ہے۔

سے پہلے ہم کس گھر کو چیک کریں؟ ہمارے پاس تو لے دے کے صرف ایک گھر ہے۔ اور یہ گھر ہے تیمور عالم کا۔

نہیں۔ تیمور عالم ہمارے بہت پرانے دوست ہیں۔ ایک دشمن نہیں ہیں۔ پروفیسر داؤد نے فرما دیا۔

تب پھر اور کون سی جگہ ہے۔ جس کا ہم جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس کیس میں تو بس یہی ایک جگہ ہمارے سامنے آتی تھی۔

نہیں، ہم ایک جگہ کو جھول رہے ہیں۔ اور وہ ہے۔ فریڈ نے ہوش۔ ایکسپلر جیٹ مسکرائے۔

”اے! ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔“

اور پھر وہ اسی دقت ہوئی کہ سنٹ کی طرف گئے۔ ہوٹل کے باہر انھوں نے فوراً صوفی کر یا کر لباس والے وال بھی پہنچ چکے ہیں۔ اور ہوٹل کے طرف موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اطمینان کا لیا۔ ایک خفیہ اشارے سے انھوں نے ان سب کو کہ وہ اندر جا رہے ہیں، لہذا پوری طرح چھوٹی دیں۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ میدان سے میجر کے کمرے داخل ہو گئے۔ چند بیرے ان کے راتے میں آگے نہ نہیں رکے۔

”کیا مطلب۔ آپ۔ بغیر اجازت۔ ارے۔ آپ جی آئیے آئیے۔“ مولے جم کے ماک ہوٹل کے میجر نے ہونے کہا۔

”بیمیں آپ کے ہوٹل کی تلاشی لینی ہے۔“

”ت۔ تلاشی۔ وہ کیوں؟“

”بس لینی ہے۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو بتا۔“

”بھلا میں کون ہوتا ہوں۔ اعتراض کرنے والا۔“

”نہ کہا۔“

”تو پھر آپ بھی ہمارے ساتھ رہیں۔ ہم آپ کی سہارا

”اے! ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔“

اور پھر وہ اسی دقت ہوئی کہ سنٹ کی طرف گئے۔

ہوٹل کے باہر انھوں نے فوراً صوفی کر یا کر لباس

والے وال بھی پہنچ چکے ہیں۔ اور ہوٹل کے طرف

موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اطمینان کا لیا۔

ایک خفیہ اشارے سے انھوں نے ان سب کو کہ وہ

اندر جا رہے ہیں، لہذا پوری طرح چھوٹی دیں۔

اندر داخل ہوتے ہی وہ میدان سے میجر کے کمرے

داخل ہو گئے۔ چند بیرے ان کے راتے میں آگے

نہیں رکے۔

”کیا مطلب۔ آپ۔ بغیر اجازت۔ ارے۔ آپ جی آئیے

آئیے۔“ مولے جم کے ماک ہوٹل کے میجر نے ہونے کہا۔

”بیمیں آپ کے ہوٹل کی تلاشی لینی ہے۔“

”ت۔ تلاشی۔ وہ کیوں؟“

”بس لینی ہے۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو بتا۔“

”بھلا میں کون ہوتا ہوں۔ اعتراض کرنے والا۔“

”نہ کہا۔“

”تو پھر آپ بھی ہمارے ساتھ رہیں۔ ہم آپ کی سہارا

کب سے چلا رہے ہیں؟
 تیس سال پہلے ادھر کپ کے وطن میں آیا تھا۔
 وہاں کہیں کا ہو کر رہ گیا۔ یہ ہوٹل خرید لیا۔
 انہی دنوں فروخت کی تھیں۔
 ہوں۔ ایک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ رہنے والے
 کے ہیں۔
 برٹان کا۔
 ہوں۔ آپ اپنی شہریت کے کاغذات بھی پیش کریں
 انکسٹر چیڈ ہوئے۔
 ہم ذرا ادھر ادھر کا چکر کیوں نہ لگالیں۔ کپ
 یہاں کچھ دیر گئے گی۔ فرزانہ نے کہا۔
 اچھی بات ہے۔ اگر کہیں جانے کی ضرورت پیش آجائے
 تو بتا کر جانا۔
 کبھی ایسا ہوتا ہے اباجان کہ بتانے کی مہلت ہی نہیں
 ملتی۔ محمود بولا۔
 ہاں! ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہو جاتے تو ضرور نہ بتانا۔
 وہ مکرانے۔
 تینوں مکرانے ہوئے نکل گئے۔
 ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔ انکسٹر چیڈ نے خان رحمان

نے کہا۔
 کیوں۔ ایسی کیا بات ہے؟
 میرے بیوی بچے ان دنوں برٹان گئے ہوئے ہیں۔
 ادھر۔ خیر۔ ہم یہاں سے فارغ ہو لیں۔ پھر آپ جا کر
 لے آئیے گا۔
 جیسے آپ کی مرضی۔
 دس منٹ بعد وہی سیراندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ
 میں ایک بسٹ تھی۔ اب وہ باہر نکلے۔ اور بادی بادی ایک
 ایک غیر ملکی سا کمرو چیک کرنے لگے۔ سیخ پام ان کے ساتھ
 ساتھ تھا اور مارے الجھن کے اس کے چہرے کا برا حال تھا۔
 آخر آپ کس چیز کی تلاش میں ہیں۔ یہ بھی تو بتائیے۔
 ہم یہ نہیں بتا سکتے۔ انکسٹر چیڈ نے خشک لہجے میں کہا۔
 ایک غیر ملکی نے کمرے کا دروازہ کھولنے میں تین منٹ

گیا دیلے۔ ہنچکر عیند کی پیشانی پر ہل چلا گئے۔ انھوں نے
کا بھی طرح جانتا ہوا۔ وہ تھکا ہوا اور لمبے قد کا لکڑی کا
مشر داجر۔ آپ نے دروازہ کھولنے میں آفتی جان کر
گیا دیلے۔

”میں پہلے تبدیل کر دیا تھا جناب۔ خیر قوسیدہ
”ہم آپ کے کمرے اور سامان کی تلاشی لیں گے۔“

”جہ نہیں بتائی جا سکتی۔“

کیا یہ تلاشی قانونی ہے؟ اس نے میجر کی طرف دیکھا۔
 "اٹاں جناب۔ بالکل۔"

تو ہر ٹیک ہے۔ لیجئے سگاشی :

انہوں نے تلاشی شروع کی۔ انیکٹر جمیڈ اس کے موڑ
کا جائزہ لینے گئے۔ خاں رحمان المادیول کو دیکھ رہے تھے
اور پروفیسر طاہرہ کپڑوں کو۔ ابانک خاں رحمان بولے :
جمیڈ - پروفیسر صاحب - فوراً ادھر آئیں۔

دو غول پلک کو دفن پہنچے۔ اور المادی میں رکھے ایک
گل دان کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ ایک پتھر کا بنا ہوا چھرا
ماہیت خوب صحت گل دان تھا:
"کیسا تم، المادی تو جہ اس گل دان کی طرف دلاتا یا رہتے ہو؟"

۱۔ خیر ہے۔
 ۲۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہے۔ یہ خیر و فلاح ہے۔
 ۳۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہے کہ جو خیر و فلاح ہے۔
 ۴۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہے کہ جو خیر و فلاح ہے۔

یہ کہانی کو دلکھ بنا کر لکھی ہے۔
ایک طلبہ نے اس کو دلکھ بنا کر لکھی ہے۔
اس کی کہانی ہے کہ اس کو دلکھ بنا کر لکھی ہے۔
یہ کہانی کو دلکھ بنا کر لکھی ہے۔

ہاں۔ اللہ کے فضل سے کہ وہ اپنے
 میں اس وقت انیسٹر بیٹھ کر چیب سا اچھا ہی ہوا۔ وہ
 ہاں کی جھپکی سے مڑے۔ اور بال بال بچے۔ اگر وہ اس قدر
 صاف سے مڑے ہوتے تو خجروان کی کمر پر لگا ہوتا۔
 صاف سے مڑے ہوتے تو خجروان کی کمر پر لگا ہوتا۔

اب تاجر ولاحہ ان کی گرفت میں تھا۔ دوسرے ہی
نے تاجر بچے کر لیا۔ تاجران اس کو اٹھائے کے لیے بھگے
تھے کہ وہ بولے:

نہیں تھے کہ وہ بولے :
"نہیں خان رحمان - اس کو اتھار دھکا - کھڑکی کھول کر
تھپائی کیال باہر ہوا دو۔"

ابن انصاری نے کہا اللہ ایسا ہی کیا۔

ابن مسعود - اب رتو - تم مجھے کیوں ہلک کرنا چاہتے تھے؟
نبیل تو - میں نے تو ایسا نہیں کیا - یہ تو آپ نے ہی

میرا اتھ بکڑا دیا ہے؟

اور اس بجز پارک کی انگلیوں کے نشانات ہیں
اس کا رنگ اڑ گیا۔

"اور اس الماری میں جو گل دان ہے = وہ میرے گھر
رنگ تبدیل کرنے والے پیرے ۲ = بعض پیرے سوداگر
دوشنبہ میں اور رنگ کے نظر آتے ہیں۔ اور سائے میں اور رنگ کے
گل دان ایسے ہی پیرے کا بنایا گیا ہے۔ اور میں نے
آج تک اتنا بڑا اور وزنی پیرا نہیں دیکھا۔ زندگی میں پہلا
دیکھ رہا ہوں۔ وہ کتنے چلے گئے۔

اور جیٹھ۔ آٹا بڑا پیرا۔ خان رحمان میراں وہ گئے۔
میں۔ لیکن ہم یہاں ہیروں کی تلاش میں نہیں آئے
انہوں نے دے دیا۔

گل دان پیرے کا نہیں ہے۔ آپ کو خطا نہیں ہوئی ہے
بھلا۔ بات ہے۔ خیر میں ہیروں کے ایک ماہر کو
موسم کرتا ہوں؟

اب انہوں نے کسی کو نوں کیا۔ اس وقت مادہ لباس والے
اور داخل ہوئے۔ اور انہوں نے داجر کو بکڑا لیا۔ جلدی ہیروں
کا باہر دلوں پہنچ گیا۔ وہ انکسٹر جیٹھ سے ابھی طرح واقف تھا
اور انکسٹر ان کے کام آتا رہتا تھا۔

اس نے صلی دان کا بھی طرح ہانڈہ لیا اور ہانڈا
کمال ہے۔ یہ تو خاص پیرے کا ہے؟

جیٹھ خوب۔ لیکن یہ شخص اتنا بڑا پیرا لے کر ملک میں
جیٹھ داخل ہو گیا۔ انکسٹر جیٹھ بڑا ہوا۔

یہ مسلم دلوں کو عام صلی دان نظر آیا ہو گا۔ کون سوچ
سکتا ہے کہ اس قدر بڑا پیرا بھی ہو سکتا ہے؟

ہوگا۔ اسے لے ہوا جیٹھ۔ فی الحال حالات میں دیکھو۔
کوئی اس کی ضمانت دے گا۔ اسے لے ہوا۔

میں نے پیرا حکم لے ہوا۔ ضمانت دینے کا؟
انکسٹر جیٹھ نے اپنے اجازت نامے کی دو سے حکم کیا

کہ انہیں دے دیا۔ ان کے جانے کے بعد وہ دوسرے غیر ملکی
کے قاتل میں بٹ گئے۔ ایک ایک انہیں یاد آیا۔ اس پوئل کے

ایک کہنے میں وہ جادوگر ٹھہرا ہوا تھا۔
آپ کے پوئل میں وہ جادوگر بھی تو ٹھہرا ہوا تھا۔ پہلے

ہم ان کو کڑوا دیکھیں گے؟
دیکھیں تو جا چکا ہے؟

کہہ تو سنا نہیں لے گیا نا۔ انکسٹر جیٹھ نے دے دیا۔
لیا۔ یہ تو ہے۔ آئیے؟

وہ اس کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ "ہاں گاہ ہوا تھا؟"

"فیکہ یہ گروہ عالی پڑا ہے؟"

"اں نے گرایہ ایک ماہ کا دے دکھا ہے۔ اور ہم سے
کو دکھا ہے کہ میں دہوں یا نہ دہوں۔ گروہ ایک طریقہ کی
ہے گا۔ گرایہ اس نے ایڈوائس دیا تھا۔ الب میں یہ گروہ
بہن طریقہ کی دوسرے کو دے ملتا تھا۔
"بہن ٹھیک ہے۔"

جنہی کرسے کا دواؤں کھلا، انہیں ایک مذہب سے جھٹکا گیا۔

ش

رہنما بحث میں بیٹھ کر ہالی میں آگئے وہ ایک عالی ریز
نے گرد بیٹھ گئے۔
"ہم یہاں آکر بیٹھ کیوں گئے؟" غریب نے چاروں طرف

یک نظر ڈالی۔
"یہ سوچنے کے لیے کہ ہم کیا کریں۔ عروہ کو کسی طرح
تفاتی کریں۔" فاروق مسکرایا۔

"میری کھ میں ایک بات آتی ہے۔ ایسے میں گروہ
بہن لگا۔

"جو جلدی بتا دو۔ کہیں وہ بات تمہاری کھ میں سے
نہی نہ جائے۔"

"کوئی بارہم چرانے آیا تھا۔ اس نے یہ کام ضرور اچھی
ہات کے کسی ملازم کے ذریعے کیا ہو گا۔ اچھی بات میں
بہن ہی ملازم ہیں۔ اس نے جلدی جلدی کیا۔"

تو پھر۔ تم کیا کیا چاہتے ہو؟ فرماؤ۔
 اگر ہم وہاں سے تحقیق شروع کریں تو۔ کیا خیال ہے؟
 خیال ٹھیک ہے۔۔۔ ہماری تحقیق مددگار ہوگی۔
 ہوتی چاہیے تھی۔ لیکن چونکہ اس وقت سے پہلے ہی کو
 کا ہے، اس لیے سب سے پہلے ان ماسٹروں کی طرف توجہ
 دی گئی۔ جی کے لیے عزم فرما رہے تھے۔ پھر ان کی
 کی طرف یا ان جگہوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ جی کے لیے
 کا اہتمام کیا گیا۔ جب ان اطراف سے غور کیا
 جائیگا تو ظاہر ہے۔ انکی پٹائی کا رخ کر لیں گے؟
 میرا مطلب ہے۔ ہم پہلے یہ کام کیوں نہ کریں؟
 یہ ٹھیک ہے۔ لیکن پہلے اہدات لینا ہوگی اب ان سے؟
 وہ اٹھنے ہی گئے تھے کہ ال میں ایک عجیب بات ہوئی۔
 ایک آدمی تڑپے ملا اور سکت ہو گیا۔
 اسے اسے کیا ہوا؟ کئی آدمی اس کی طرف دوڑ پڑے
 مگر۔۔۔ لادوق اور فرماؤ لے کوئی قوی نہ دی۔ یہ خیال
 کر کے کہ کوئی نئے کا مدد ہی ہوگا۔ اپنے لوگ گئے پڑے
 ہی رہے۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس سے گزر رہے تھے کہ
 ہو گئے۔ بے ہوش ہوئے وہاں ساہو جاسی والا تھا۔
 وہاں اس کی طرف چلے۔

ایک طرف ہسٹ جائیں۔ پورا تھن پائیں سے ہے؟
 ہائی پائیں کا اس کے بے ہوش ہونے سے کیا تعلق ہے؟
 بے ہوش کوئی مرانی ہے؟
 آپ ایک طرف ہسٹ جائیں؟ اٹھنے سے
 تھن ہے۔ پھر اس نے لادوق سے کہا
 کہ جی کیا۔ پھر اس نے لادوق سے کہا
 تم لدا اہل سے بند ساہو جاسی والوں کو جلاؤ؟
 لادوق نے اہل کی طرف دوڑ لگا دی۔ بند ہی ساہو جاسی
 لادوق نے اہل کے لیے اپنے ساتھی کے گرد گھیرا ڈال
 دانے اندر آ گئے۔ اہل نے اپنے ساتھی کے گرد گھیرا ڈال
 پھر اہل پائیں کے لیے فٹ کیا گیا۔ ڈاکٹر کو بھی ساتھ ہی
 جب کیا گیا۔ پانچ منٹ کے اندر ڈاکٹر بھی پہنچ گیا اور اہل پائیں
 کی۔ ڈاکٹر نے دیکھتے ہی کہ دیا
 یہ دہر کا کیس ہے۔ فوراً ہسپتال جیسیں؟
 ساہو جاسی دانے اپنے ساتھی کو لے کر فوراً ہسپتال کی
 طرف روانہ ہو گئے۔
 آپ ہم کیا کریں؟
 وہ اس پریشاں تھا۔ اس کا اس کو بھی چیک کرنا
 ہو گا۔
 تو کیوں نہ ہم جی سے ایک ہسپتال بھی پتا جاسکے؟
 ٹھیک ہے۔ ہم ہسپتال پہلے جاتے۔ لادوق نے فوراً کہا۔

”تھیں کیا ہے۔ تم بھولیں نہیں جاسکتے۔“

”تم دونوں۔ میں ٹھہرو۔ میں جاتی ہوں۔“ قرنا نے جھٹاکر
کہا اور بوٹی سے نکلنے کے لیے سڑی۔

”اسے نہیں! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ یہ کڑا کر فالٹوئی اس
سے آگے نہ نکلا۔“

”تم بھی ٹھہرو۔ دکان میرا جانا مناسب رہے گا۔“ بوٹی
کئی بات معلوم ہوئی، اس آکر بتا دوں گا۔“

”خود سے کہا اور باہر نکل گیا۔ ایسے میں فاروق اور قرنا
کو ایک آواز سنائی دی۔“

”کیا ہوا ہے یہاں؟“

”بوٹی کے مالک آگئے۔“ دو تین بیروں کے منہ سے نکلا۔

”مشرافی سود۔ یہاں ایک عدد واردات ہو گئی ہے۔
ایک صاحب اپنا گھر لے کر آئے اور بے بوٹی ہو گئے۔ ان حضرات
کا کہنا ہے۔ وہ پولیس کا آدمی تھا۔“

”ابو اچھا۔ کمال ہے۔“

”اسے ہسپتال لے گئے ہیں۔“

”شاید وہ صاحب بیمار تھے۔“ مامی سود بڑبڑایا۔

”جی نہیں۔ ان کی بے بوٹی میں کسی کا ہاتھ ہے۔“ فاروق
بول اٹھا۔

”وہ چونک کر اس کی طرف متڑھا۔
یہ گرا رہا تھا؟ اس کا لہجہ ناخوش گوار تھا۔“

”میں۔“ فاروق نے سینے پر ہاتھ دلا۔

”آپ کون ہیں؟“

”ان کا خیال ہے کہ ان کا تعلق پولیس سے ہے؟“

”میری معلومات کے مطابق تو اس ملک میں اتنے کم عمر
غلام نہیں رکھے جاتے۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔“

”ہم غلام نہیں۔“

”ہوں گے۔ مجھے کیا۔ آپ بتائیں، ان صاحب کی
بے بوٹی میں کسی کا ہاتھ کس طرح ہے؟“

”ایسی ہم تحقیق کر رہے ہیں، بعد بتائیں گے۔“ قرنا نے
فورا کہا۔

”آپ بڑبڑاتی ہیں؟“ فاروق نے پوچھا۔

”ہاں! میں بڑبڑاتی ہوں۔ تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟“

”ہونے کو اس کو کیا میں کیا نہیں ہو سکتا؟“ فاروق نے
فورا کہا۔

”کی مطلب؟ وہ چونک کر دولا۔“

”اب ہم آپ کو مطلب کس کس بات کا بتائیں۔ میں نہیں
سمجھ رہی کہ آپ کے ہوش میں کوئی بکر ضرور چل رہا ہے۔“

ایک جانی ہے۔ شاید اس نے ہوئی کریمٹ میں کوئی نالی
بات ڈٹ کر لی تھی۔ لیکن بحرہوں نے اسے سمجھ کر سننے کی
دور نہیں نکالی۔ ادھر ہم ال میں پہنچے۔ ادھر اسے ہم کو
پتا گیا۔ شاید اس ٹیبل سے کریمٹ وہ نہیں کھتا دوسرے۔
دور وہ اسے کہیں باہر ہانک کر سننے کی کوشش کرتے؟

”کم از کم ایک بات ثابت ہے۔ یورینیم کا سراغ اگر ہمیں
مل سکتا ہے تو ہوئی کریمٹ سے مل سکتا ہے۔“

ہاں! بڑی پادشاهی تو پہلے ہی وہاں معروف ہے۔ کیا ہم
یہی ہیں؟

”ہم اپنے طور پر کام کریں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔
یورینیم ہوئی میں ہی نہیں ہے۔ قادیان نے چرخ جوش انداز میں کہا۔
”دماغ تو نہیں چل گیا۔ اسے بھی۔ مرنے والے نے ہوئی
کریمٹ۔ ٹٹ۔ کہا تھا۔ ہوئی کریمٹ۔ یورینیم نہیں کہا تھا۔
”لیکن یہ ٹٹ کیا ہے؟“ فرزانہ نے جھٹکا کر کہا۔

”ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“
”کچھ بھی ہو۔ ہم ہوئی کریمٹ سے دور نہیں رہ سکتے۔“

”کم از کم مرنے والے کا اتنا تو احترام کرنا چاہیے۔ آخر اس نے
جان دی ہے۔“

”وہ ہوئی پہنچے۔ وہاں حالات معمول پر تھے۔ یوں لگتا

تھا جیسے کچھ در پہلے وہاں کوئی واردات ہوئی ہی نہ ہو۔
”ہیں! فرزانہ بچے ٹھہرتے ہیں۔ تم ذرا اوپر جا کر یہ دیکھ
تو رہا جان دیکھو کیا کر رہے ہیں؟“
”ہیں! فرزانہ یہاں ٹھہرتے ہیں۔ تم ہو آؤ اوپر۔ قادیان

نے کہا۔
”کم از کم وہاں یہاں ٹھہرو۔ میں جاتی ہوں اوپر۔ فرزانہ

نے مل کر کہا اور بگٹ کی طرف چلی گئی۔
”ہم اس کے ساتھ بعض اوقات بست زیادتی کرتے ہیں۔“

قادیان نے مٹکا کر کہا۔
”ہم نہیں۔ صرف تم۔“ محمود نے بتا کر کہا۔

”کھٹ کھانے کا پروگرام ہو تو وضاحت کر دیتا۔ قادیان
نہرا گیا۔

”سو جانی۔ میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔“
”ہم انہی پلانٹ چلیں۔“

”اب تمہارا دماغ واقعی چل گیا ہے۔ اسے یہاں۔“
”ہاں سے تو یورینیم چرایا جا چکا ہے۔ وہاں جا کر کیا نگیر

کرتا ہے۔ میرا مطلب ہے۔ سانپ تو نکل گیا۔ اب نگیر
بٹ کر کیا ہو گا۔“

”نہ ہو گئی۔ نگیر پیٹے کو کون کڑا ہے۔ نہ جانے

خاوارات، منانے والے کیسے لوگ تھے۔ عجیب و غریب خاوارات بنا کر دکھ دیئے۔ تم نے وہ سنا ہے۔ ایک کریمہ دوسرا نیم چڑھا۔ دوسرا کیوں اور تیسرا کیوں نہیں؟ یہ دعاؤں نہ چالو۔ اس وقت اردو گرامر کا پیریڈ نہیں ہے یورینیم کی چوری کا پیریڈ ہے۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شراعت تو ہمیں دیں سے ملے گا۔

"لیکن مرنے والے نے اشارہ ہوئی کریمینٹ کا دیا ہے۔ نہ کہ ایٹمی پلانٹ کا۔ اسے تو اس صورت میں یہ کہنا چاہیے تھا۔ اے۔ ٹی۔ فاروق نے کہا۔

"عد ہو گئی۔ ہم ادھر ادھر کی ٹانگے میں لگ گئے۔ ہمیں تو کس پر کام کرنا ہے۔ اور کس انتہائی خوفناک ہے اہم ترین ہے۔ محمود نے منہ بنایا۔ "فرناز بھی اوپر جا کر اوپر کی ہو کر رہ گئی۔ فاروق نے لفٹ کی طرف دیکھا۔

"ہو سکتا ہے۔ اوپر کوئی خاص معاملہ درپیش ہو۔ ایسی صورت میں تو وہ نیچے نہیں آئے گی۔ ہماری پروانگ نہیں کرے گی۔

"لیجئے۔ وہ چلے آ رہے ہیں ہوٹل کے مالک۔ اسے۔ اس کا کیا نام ہے بھلا؟

ٹٹ۔ ٹائی موڈ۔

ٹٹ۔ ٹٹ۔

یہ کہا۔ ٹٹ۔ ٹٹ۔
دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ٹائی موڈ ہوٹل سے باہر کا رخ کر رہا تھا۔ اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ دونوں ذرا آٹھے۔

پھینک

کمرے کے فرش پر ہادوگر کی لاش پڑی تھی۔ اس کا جسم
اکڑا کر بالکل سخت ہو چکا تھا۔ اور سرد بھی۔ تاہم فرش پر
خون کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اور اس کا مطلب یہ تھا
کہ اسے خنجر یا گولی سے ہلاک نہیں کیا گیا تھا۔
"آپ تو کہہ رہے تھے۔ یہ جا چکا ہے۔" انپکٹر جمشید نے
منہ بنایا۔

"جا تو یہ واقعی چکا ہے۔" پردھیر داؤد بولے۔

"اودہ ڈال! یہ بھی ٹھیک ہے۔" خان رحمان مسکراتے۔

"آپ کیوں خاموش ہیں جناب؟"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے اسے جاتے ہوئے اپنی
آنکھوں سے دیکھا تھا اور اس نے بتایا بھی تھا کہ فی الحال وہ
جا رہا ہے۔ ضرورت محسوس ہوئی تو اس ماہ کے دوران پھر
آئے گا۔ لیکن اب میں اس کی لاش کو یہاں دیکھ رہا ہوں۔"

"جیت ہے۔ اگر ہادوگر ہے۔ تو پھر وہ کون تھا؟" اودہ
نے پوچھا۔ اودہ نے کب کی بات ہے۔ پھر صاحب؟
"اسی تو وہی درپٹے کی؟" اس نے بتایا۔
"وہ ہے آپ دے۔" تھوڑی دیر پہلے کی؟ انپکٹر جمشید نے
پوچھا۔ "جواب۔ کیا ہوا خیر تو ہے؟"

"ایک منٹ۔"

انہوں نے احرام کو فون کیا، لیکن وہ کسی طرح مل سکتا
تھا۔ سارے شہر میں تو یوریم کی تلاش میں چھاپے مارے
جا رہے تھے۔ آخر اس کے چند ماتحتوں کو اودہ ماہرین کو
ہوٹی آنے کی ہدایات دیں، پھر ریپور دیکھ کر لاش کی طرف
متوجہ ہو گئے۔ کمرے کے فرش پر کوئی چیز نہیں تھی۔
سوائے لاش کے۔ کمرے میں سامان بے ترتیب تھا۔
گویا غرقیزی میں وہاں سے نکلنے کی کوشش کی گئی تھی۔ آخر
ماہرین آ گئے۔ انہوں نے تصاویر لے لیں تو تب کہیں
ہا کر لاش کو اٹھایا گیا۔ اودہ وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ
لاش بچے سے گرم اور نرم تھی۔ جب کہ اوپر سے بالکل
سخت اور اکڑی ہوئی تھی۔

"کیا آپ کی سمجھ میں اس کی کوئی وجہ آئی ہے؟" انپکٹر

جیسے سے یہ دھیر دواز کی طرف دیکھا۔
 'یہی ڈاکٹر نہیں ہوں؟' وہ سکاٹے۔
 'ڈاکٹر صاحب = آپ بتائیں؟'
 'یہی توہ میرا ہوں؟'

'اچھا تو پھر اسی کو پوسٹ ہارٹم کے لیے لے جائیں۔
 بہت توجہ سے پوسٹ ہارٹم کرنے کی ضرورت ہے؟'
 'بہت بہتر؟ ڈاکٹر نے کہا۔'

لاٹ کے بعد انہوں نے پورے راتوں کا جائزہ لیا۔
 اس طرح انہیں بچے ہونے والی ولادت کا بھی پتا چلا۔
 اور پھر یہ اطلاع بھی مل گئی کہ ہسپتال میں سادہ لباس والا
 مرد نکلا ہے۔ انہیں بہت افسوس ہوا۔
 'حالات بہت سنگین ہیں۔ کیا ہم یورینیم گواچے میں پہنچا
 دے؟ دھیر دواز نے پٹرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔'

'یہی اسی پر افسوس ہوں۔ کم از کم ایک بات لیٹن کے
 کہ سکتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ = یورینیم ایسی جگہ سے اتر
 نہیں لے جایا جا سکا؟'
 'لیکن وہ کہاں ہے؟'

'کاش ہم جان سکتے = جادوگر متناہی آدمی تھا۔ یہ ہمیں
 کوئی بات نہ بتا دے۔ اس لیے انہوں نے یہاں سے

بہت وقت اسی کا کام تمام کر دیا؟
 'یہی سادہ لباس والے لوگوں کو کیا گیا؟'
 'اسی پر مجھے حیرت ہے۔ اور زیادہ حیرت اسی پر ہے
 کہ وہی قانون اور قرآن کی طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع
 نہیں ملتی۔'

یہ سنا ہے، انہیں موقع نہ مل سکا ہو؟
 'یہی چاہتا ہوں۔ ہم اسی ہٹل کے ایک ایک انچ کی
 لاشیں لیں؟ انیسٹر عشید نے سوچ میں گم بچے میں کہا۔
 'خود ایسا کر دو۔ لیکن خود نہیں = اپنے خاص آدمیوں
 کے ذریعے۔'

'ان اہل = ایسا ہی کروں گا؟'
 'لاٹ کا انتظام کر کے وہ باہر نکل آئے۔
 یورینیم گواچے واپس حاصل نہ کر سکے تو بہت بُرا ہوگا
 جیسے؟ دھیر دواز نے گھر منداؤں آواز میں بولے۔
 'ان پر دھیر صاحب = میں سمجھتا ہوں = لیکن آپ فکر نہ
 کریں = ہر راستے پر میرے آدمی موجود ہیں۔ میں تو رات بھر عالم
 کے طوائف کرنا چاہتا ہوں؟'

'کیوں؟ اب اس سے کیا پڑ چھتا ہے؟'
 'پھر باتیں = جو میرے ذہن میں بڑی طرح چھو رہی ہیں؟'

تو پھر ملے۔ پہلے تو اس وجہ سے نجات حاصل کر لیں۔
 زمانِ دھماں مسکوئے۔

تہجد عالم نے قدمے جہان ہو کر ان کا استقبال کیا،
 "آپ سے چند باتیں معلوم کرنے کی ضرورت محسوس کر رہی
 ہوں۔ امید ہے، آپ مجرا نیس مانیں گے؟"
 "کے۔ انھوں نے کہا۔

”آپ نے جو دعوت دی تھی۔ وہ آپ کا ہر سال کا معمول ہے۔ یا اسی سال دی تھی؟“

”ہر سال یہ دعوت دیتا ہوں۔ میں اپنے بیٹے زبیر کی سالانہ ہر سال دھوم دھام سے مناتا ہوں۔ تیمور عالم نے جلدی جلدی بتایا۔“

”ہوں! کچھ لوگوں کو یہ بات کس طرح معلوم تھی کہ آپ نے گھر میں کچھ بہت اہم کاغذات بھی رکھے ہوئے ہیں۔“

”اس بات پر تو میں اب تک حیران ہوں۔ اور میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی۔“

”دفتر کے لوگوں میں سے یہ بات کس کس کو معلوم تھی؟“
 ”کسی کو بھی نہیں۔ میں یہ فائیں کسی بات میں نکال کر
 گم لایا تھا۔ کیونکہ خطر تھا۔ ان کو چرانے کی کوشش کی
 جاتے گی۔“

Handwritten text in Arabic script, likely a manuscript or letter, covering the left page of the open book. The text is written in a cursive style and appears to be a continuous passage.

Handwritten text in Arabic script, likely a manuscript or letter, covering the right page of the open book. The text is written in a cursive style and appears to be a continuous passage.

"تو پھر پلو۔ پہلے تو اس جہس سے نجات حاصل کر لیں۔
خان رحمان مسکرائے۔

"تمہارے عالم نے قدرے حیران ہو کر ان کا استقبال کیا۔
"آپ سے چند باتیں معلوم کرنے کی ضرورت محسوس کرو رہی
ہوں۔ امید ہے، آپ برا نہیں مانیں گے؟
"کیجیے! انھوں نے کہا۔

"آپ نے جو دعوت دی تھی۔ وہ آپ کا ہر سال کا
مہول ہے۔ یا اسی سال دی تھی؟

"ہر سال یہ دعوت دیتا ہوں۔ میں اپنے بیٹے زبیر کی
سال گرہ ہر سال دھوم دھام سے مناتا ہوں۔ تیمور عالم نے
جلدی جلدی بتایا۔

"ہوں! کچھ لوگوں کو یہ بات کس طرح معلوم تھی کہ آپ
نے گھر میں کچھ بہت اہم کاغذات بھی رکھے ہوتے ہیں؟
"اس بات پر تو میں اب تک حیران ہوں۔ اور میری
سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی۔

"دفتر کے لوگوں میں سے یہ بات کس کس کو معلوم تھی؟
"کسی کو بھی نہیں۔ میں یہ نائیں کسی رات میں نکال کر
گھر لایا تھا۔ کیونکہ خطرہ تھا۔ ان کو چرانے کی کوشش کی
جائے گی۔"

"ہوں! اچھا۔ گزشتہ سال آپ ہیں الا قوامی رمانی کانسٹریٹس
میں شرکت کے لیے گئے تھے۔ اور حکومت کی طرف سے
لئے تھے؟
"ان تو پھر۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ ان کے لمبے میں
جہت تھی۔

"آپ کے ساتھ کون گیا تھا؟
"میرے اسٹنٹ۔ پروفیسر نعمانی، بخاری؟
"ان سے کہاں تعلقات ہو سکتے ہیں؟

"ان کی موت تو وہیں واقع ہو گئی تھی۔ ان کی
بیت لائی گئی تھی؟
"ہوں۔ میر۔ انھیں کون سے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا؟

"خیر تو ہے۔ آپ یہ سب باتیں کس لیے پوچھ رہے ہیں؟
"میں ابھی وہ نہیں بتا سکتا۔
"ہوں ٹھیک ہے۔ انھیں بہادر کالونی کے قبرستان میں دفن کیا
گیا تھا۔ ان کا گھر اسی کالونی میں ہے۔"

"اے اچھا۔ اب ہم اجازت چاہیں گے۔ انیسٹر بیڈ نے
کہا اور اللہ کھڑے ہوئے۔

"ان سے ملنے ملا کر وہ باہر نکل آئے۔
"یہ سوالات ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔"

اس کیس میں ابھی تک بوڑا ساٹھ نہیں آیا۔ میں اس پر
میں ہوں کہ اس سے کسی طرح ساٹھ ہو جائے۔
"لیکن بوڑا اسکا بھلا سمجھو عالم سے کیا تعلق؟ خان دھماں کے
لبے میں حیرت تھی۔

"تعلق کوئی نہیں۔ لیکن میرے ذہن میں بار بار یہ سوال
اجھرجھک رہا ہے کہ آخر جاوہر نے اپنا کمال دکھانے کا فیصلہ تو کمال
کے گھر میں ہی کیوں کیا؟

"ایسے لوگوں کو تو میں کوئی ابھی سی بگڑ چاہیے۔" پرویش
داد بولے۔

"آئیے پلیز۔ ذرا محمود، فاروق اور خزیاد کی خبر لیں۔
وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

کار میں بیٹھ کر انھوں نے گھر فون کیا۔ تینوں وہاں
نہیں پہنچے تھے۔ پھر انھوں نے ہٹول کر سینٹ فون کیا، وہ
وہاں بھی نہیں تھے۔

"وہ تینوں تو بالکل غائب ہیں بھی۔"

"تب پھر ضرور کوئی اہم بات معلوم کر کے لوں
گئے۔ خان دھماں پر جوش انداز میں بولے۔

"ہاں! ہو سکتا ہے۔ بوڑا کا سلسلہ لگا کر آئیں۔"

اچانک ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسی وقت

میں بار سے دو کاروں گزری تھیں اور انھوں نے صاف دیکھا
تاکہ پہلی کار میں محمود اور فاروق موجود تھے۔
"ہاں۔ اس کار میں تو محمود اور فاروق تھے۔
"تو پھر خزیاد کیوں ساتھ نہیں ہے؟ خان دھماں بولے۔

"یہ قریبی نہیں کرتیوں ہر گز ساتھ ہی ہوں۔ یہ بھی
بگڑا پروگرام بنالیتے ہیں؟

اب ایک پروگرام بنالیتے ہیں؟
انھوں نے اپنی کار ان کے تعاقب میں ڈال دی۔

بلد ہی وہ ان کے بالکل پیچھے پہنچ گئے۔ اور پھر کار کو روک
کرتے ہوئے انکیٹر جمید بولے۔

"کیا معاملہ ہے جی؟

"معاملہ کافی لمبا چڑھا ہے۔ تفصیل بعد میں۔ ہم نہایت
غیر انداز میں تعاقب کر رہے ہیں۔ بہتر ہو گا کہ آپ

اس کار سے آگے نہکل جائیں۔

"یہ ہے کون؟

"ہٹول کر سینٹ کا مالک شاہی مورت۔"

"شاہی مورت۔ انکیٹر جمید کے منہ سے نکلا اور پھر انھوں
نے کار آگے بڑھا دی۔

"کیوں جمید۔ تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟

"یہ بہت مدت سے پیش سرائے کی لٹ رہا ہے۔ لیکن

وہ کبھی اس کے خلاف کوئی بات نہایت نہیں کر سکی۔ وہ اس کے ہوش سے کوئی ایسی چیز ہکڑی جا سکی۔ اب یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں کو اس کا تعاقب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔ انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

اسی وقت وہ ٹھامی سوہ کی کار سے آگے نکل گئے۔ اور غیر محسوس طور پر آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اتنا فاصلہ ہو گیا کہ آئینے میں بس اس کو دیکھ سکیں۔

"ایک بات میری سمجھ میں آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمیں کو یہاں سے لے جانے کے لیے بوڑھا نے کوئی خاص منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اور وہ اس منصوبے کے تحت ہی یہاں سے یور-فیم لے جائے گا۔ اور اس کام کے لیے وہ فرد مقامی لوگوں سے مدد لے گا۔ ایسے مقامی لوگوں سے جو انھوں نے پہلے ہی یہاں اپنے بنا رکھے ہیں۔ یا پھر ان لوگوں سے جو ان کے ہاتھوں پہلے ہی بکے ہوئے ہیں۔"

"ہوں۔ تو پھر۔ کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"یہی دیکھنا ہے۔ اگر وہ یور-فیم یہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر... وہ کہتے کہتے رک گئے۔ ان کا اوجہ خوفناک ہو گیا۔

تو پھر میں جیتا؟

پھر میں ان بڑی طاقتوں کے ایسے پلانٹ نہیں رہتے رہا تھا۔ وہ تو دیے بھی نہیں رہتے دینے چاہیے جیتا۔ پروفیسر

دادو بولے۔

"اوہ ہاں! اس لائق پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر صدر مملکت نے اجازت دی تو ہم یہ کام خود کر لیں گے۔"

"جی ہاں۔ بہت مزے دار مہم ہے گی۔ پچھلی کار کہیں پیچھے رہ گئی ہے، کیونکہ جب ہم نے موڑ لیا ہے۔ وہ نظر نہیں آتی۔ پروفیسر دادو بڑبڑاتے۔

"ہاں! میں یہ بات محسوس کر چکا ہوں۔ انھوں نے رفتار کم کرتے ہوئے آخر کار روک لی لیکن پچھلی کار پھر بھی نظر نہ آئی۔"

"اب تو واپس ہی جانا پڑے گا۔" وائیں بائیں کوئی سڑک بھی نہیں نکلتی، پھر وہ کہاں رہ گئی۔

"ہو سکتا ہے۔ جنگل میں داخل ہو گئی ہو۔"

"اوہ۔ ان کے مزے نکلا۔ وہ واپس پلٹے۔ اور آخر کافی دور جا کر انھیں نمود

اور قادیان کی کار سڑک کے کنارے کھڑی نظر آگئی۔ دیکھی
وہ دونوں اس میں نہیں تھے۔ انھوں نے "اترے" کے
نشانات سے فوراً ہی اطلاع لگا لیا کہ شاہی سود کی بکری کسی
طرف گئی ہے۔ وہ بھی اس سمت میں چل پڑے۔ کتنی دیر
تک پیہل چلنے کے بعد ان کے کانٹوں سے ہلکی سی ٹش
کی کوڑھنکائی۔ سڑک دیکھا تو خود اور قادیان ایک درخت پر
بہڑے نظر آئے۔

"کیا بکر ہے؟ انھوں نے سرگوشی کی۔

"اس طرف دوختوں میں گھری ایک بڑی سی عمارت ہے،
وہ اس میں گیا ہے۔"

"تب تو سرور دال میں کالا ہے۔ آخر وہ یہاں کیا کرنے
آیا ہے؟"

"آپ فوراً آگے چلے جائیں۔"

"اور تم۔ کیا تم درخت پر رہو گے؟"

"جی ہاں! بڑا مزا آ رہا ہے۔ اوپر ہوا اس قدر پیامی لگ
رہی ہے کہ کیا بتائیں؟ قادیان نے خوش ہو کر کہا۔

"مد ہو گئی۔ تمہیں اس وقت ہوا کی بڑی ہے؟" انپکٹر جتید
جدا اٹھے۔

"کیا کیا جائے آبا جان۔ ہوا کے بغیر زندگی ناممکن ہے؟"

قادیان نے کہا۔

"چھا بیٹے، مجھے انھوں نے بلکا کر کہا اور آگے بڑھے،

یہاں تک کہ عمارت کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ اس

کے دروازے پر چار سیخ آدمی بالکل چوکے کھڑے تھے۔

وادیان بشت پر بھی نظر آئے۔

"خود اور قادیان نے دل میں کہا، پھر پروفیسر رافو اور

آگے۔" انپکٹر جتید نے دل میں کہا، پھر پروفیسر رافو اور

قادیان کو اشارہ کیا کہ ہمیں چکر کاٹ کر عمارت کی پشت

پر چار پڑے تھا۔

"وہ چکر کاٹنے لگے۔ یہاں تک کہ عمارت کے دوسری

طرف پہنچ گئے۔

انھوں نے دوسرے چار سیخ آدمی دیکھے اور چست ہر

بھی دو آدمی موجود تھے،

"اب کیا کریں جی؟"

"صبر، پروفیسر رافو، بس۔"

"اس وقت پر صبر کرنا بالکل مناسب نہیں ہو گا۔ اس

طرح ہم نہیں جان سکیں گے کہ اندر کیا ہو رہا ہے یا نہیں۔

یہاں کیوں آیا ہے؟" انپکٹر جتید بولے۔

"لیکن نہایت خاموشی سے ہم لوگ ان سے کس طرح بیٹ

کئے ہیں؟

”ترکیب نمبر تیرہ: انیکٹر جمیڈ منکوائے۔“

”ترکیب نمبر تیرہ تو ہم اور جگہ استعمال کرتے ہیں۔ پروفیسر واؤڈ نے کہا۔“

”جی نمبر تیرہ میں بھی کئی نمبر ہیں۔ اس وقت تیرہ بٹے تھے ہر عمل کرنا ہو گا۔ یہ دیکھو۔“

یہ کہ کر انیکٹر جمیڈ نے مزے سے ایک آواز نکالی۔ آواز اس قسم کی تھی جیسے کوئی تلیں بولا ہو۔ دروازے پر کھڑے چاروں آدمی چونک اُٹھے۔

”یاد ادر تو کوئی تلیں ہے شاید۔ بھولی کر گھاتیں گے۔ کتنا مزا آئے گا۔“

”جاؤ پکڑ لاؤ جا کر۔ دوسرے نے کہا۔“

”میں ابھی لایا۔“ اس نے کہا اور وہاں سے تیر کی طرف اس درخت کی طرف آیا۔ دوسرے ہی لئے وہ انیکٹر جمیڈ کی گرفت میں تھا۔

انہوں نے اسے آواز نکالنے کی جھلت تک نہ دی۔ ایک دن گزر گیا تو اس کا ایک ساتھی بول اٹھا:

”بھئی کہاں وہ گئے۔ تلیں نے تمہیں تو نہیں پکڑ لیا۔“

”جلدی یہاں آؤ۔ یہ تو ایک بہت ہی عجیب چیز ہے۔“

”دو آوازیں تھیں: انیکٹر جمیڈ نے اپنے شکار کی آواز میں کہا۔ ان میں سے دو فوراً وہاں پہنچ گئے۔ انیکٹر جمیڈ اور وہاں رہائے ان کی گزریں دوپٹ لیں۔“

ایک منٹ اور گزر گیا۔ ایک کوئی بہت ہی خاص چیز جھٹ پونے سے بھی مارا گیا اور وہ بھی ان تک پہنچ کر لبا لیٹ گیا۔

ایکٹر جمیڈ نے فوراً ان میں سے ایک کے کپڑے پٹنے، دوسرے کے سر پر رکھی اور رائفل اٹھا کر دروازے پر آ گئے۔

انہوں نے دروازے پر دباؤ ڈالا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ انہوں نے سوچا۔ اب چھت والوں کی بھی خبر لینا پڑے گی۔

انہوں نے دو پتھر اٹھائے۔ ایک ایک ٹاٹہ میں لیا۔ اور تاک کر ان کے سروں پر دسے دسے۔ وہ دھب

سے گرے۔ تینوں فوراً آگے بڑھے۔ انیکٹر جمیڈ اس درخت

کے پٹے ہی پر چکے تھے جس کی ایک شاخ عدت کی طرح

کھڑی تھی، انہوں نے آؤ دیکھا دتاؤ۔ درخت پر

ماتہ دیا۔ آپ نیچے ہی ٹھہریں: انیکٹر جمیڈ نے اشارہ کیا۔

دونوں نے فوراً نیچے کا رخ کیا۔ ایک کمرے سے انھیں زور شور سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ آگے بڑھے اور کان دروازے سے لگا دیے۔
 "اب ہماری کامیابی یقینی ہے۔ کسی نے کہا۔
 "جب منصوبہ بوڑا صاحب کا ہو تو کامیابی ہی کامیابی۔
 کسی نے کہا۔

"یہ تین رخ پر بنایا جانے والا منصوبہ اپنی طرز کا انوکھا منصوبہ تھا۔ آج ہم یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔
 جاوگر کی لاش کو اس وقت تک خارج کر دیا گیا ہو گا۔
 اور قافلوں کے مطابق لاش آہائی ملک پہنچنے والی ہو گی۔ گویا ہم نے ہینگ لگائی نہ پشکڑی۔ دنگ چوکھا آ گیا۔ ایک انوکھی آواز سنائی دی۔

"مشر بوڑا۔ ابھی ہم سب کا انعام رہتا ہے۔
 "انعام دیے بغیر نہیں جاؤں گا۔ یہاں جمع ہونے کا مقصد بھی یہی ہے کہ سب کو اس کا حق دے دیا جائے۔
 اس منصوبے میں سب سے زیادہ تعاون مشر تیمور عالم نے کیا۔ وہ ہم وہ گیس والی موم بتیاں کس طرح دیاں رکھ سکتے تھے۔ گیس والی موم بتیاں بھی بھلا پھونک مارنے سے بجھتی ہیں۔ یوں بھی مشر تیمور عالم ہمارے پرانے مہر یاں ہیں۔

جن کاغذات کو چرانے کا ہم نے ٹھکانا رکھا۔ ان کی نقل تو پہلے ہی ہمیں بھیج چکے ہیں۔ بھلا ان کو چرانے کی ہمیں کیا ضرورت تھی۔ ہم تو اس مرتبہ یورپیہم چرانے آئے تھے اور وہ ہم نے چرا لیا۔ اور اب تو وہ ہمارے ملک پہنچنے والا ہو گا۔
 میں اس وقت خان رحمان کو چھیک آ گئی۔

اسی پکڑ ہے؟
کوئی پکڑ نہیں۔ فرنا چلو، درنہ ٹیکسی بند ہو جائے گی۔

پولیس نے فرنا نہ بولی۔
پولیس نے کیا بچیوں کو بھی لازم رکھنا شروع کر دیا؟
اب اگر تم نے گھاڑی شدت نہ کی اور فوراً ایبویٹنس
کے پیچھے نہ لگا دی تو پچھتاؤ گے۔ امن آدمی اگر وہ بکل
سمجھتے تو کام غلاب ہو جاتے گا۔

ابھی بات ہے۔ آخر وہ بکل پڑا۔
لاش کو ہسپتال سے ہایا گیا۔ فرنا نے تعاقب جاری
رکھا، ٹیکسی ڈرائیور کو کچھ پیسے دے کر، اس کا نمبر نوٹ
کر کے اس نے اسے وہیں ٹھہرنے سے پیسے کہا اور اندر
داخل ہو گئی۔ اب لاش کا پوسٹ مارٹم ہونا تھا۔ پتہ
اس سلسلے میں کاغذی کارروائی ہوتی رہی، پھر پوسٹ مارٹم
کرنے والا عملہ اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ لاش کو ساتھ
لانے والے بھی اندر چلے گئے۔ فرنا دودھ گھڑی یہ سب کچھ
دیکھتی رہی۔ اس کی نظریں گھڑی پر جمی تھیں۔ ٹھیک پندرہ
منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھل گیا اور لاش کو پھر ایبویٹنس
میں رکھا گیا۔ فرنا نے فوراً ٹیکسی کا رخ کیا۔ وہ موجود تھا۔
اب پھر ایبویٹنس کا تعاقب کرنا ہے۔ وہ کچھ نہ بولا۔ اور

لاش

فرنا درمیان میں اٹک گئی۔ جادوگر کی لاش کو
نکالا جا رہا تھا۔ اچانک اسے ایک عجیب سا احساس
ہوا۔ اس نے سوچا۔ آخر لاش کا کمر والا حصہ گرم
اور نرم کیوں تھا۔ وہ بڑی پارٹی کی خبر لیتا بھول گیا
اور ان لوگوں کے پیچھے لگ گئی۔ اس نے سوچا، باہر
نکلے ہی یہ لوگ ایبویٹنس میں بیٹھ کر ہوا ہو جائیں گے
کیوں نہ میں ان سے پہلے باہر نکل جاؤں۔

اس خیال کے ساتھ ہی وہ ان سے پہلے لفٹ میں
سوار ہو کر نیچے آ گئی۔ ہال میں محمود اور فادق نہیں
تھے۔ باہر نکلی تو گھاڑی بھی نہیں تھی۔ اس نے فوراً ایک
ٹیکسی لے لی۔ اور جب ایبویٹنس روانہ ہوئی۔ اس نے
اس کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے حیران
ہو کر اس پر ایک نظر ڈالی اور بولا:

تعاقد شروع ہو گیا۔

اب لاش کو ایر پورٹ پر لایا گیا۔ فرزانہ ہریشان ہو گئی۔
اس نے فوراً آئی جی صاحب کو فون کیا۔ جلد ہی ان کی آواز
سنائی دی۔

”یہ میں ہوں انکل۔ فرزانہ۔ اس نے گھبراہٹ سے آواز
میں کہا۔

”انکل فرزانہ۔ میں اس نام کی کسی بچی کو نہیں جانتا۔
آپ مذاق کے موڈ میں ہیں اور ادھر غضب ہونے والا
ہے۔ فرزانہ بولی۔

”غضب ہونے والا ہے۔ کیا مطلب؟

”جادوگر کی لاش کو اس کے حک سے جایا جا رہا ہے۔
”تو یہ اس کا حق ہے۔ وہ بولے۔

”پوسٹ مارٹم پر صرف پندرہ منٹ لگاتے گئے ہیں۔
”کیا مطلب۔ اس میں تو دو تین گھنٹے لگ جاتے ہیں۔
وہ چونکے۔

”یہی تو میں کہتی ہوں۔ چیلنگ ہو جانی چاہیے۔ جہاز کے
جانے میں ابھی کتنی گھنٹے ہیں، لیکن وہ لاش کو پٹے ہی یہاں
لے آئے ہیں۔

”تمہارا مطلب ہے۔ ایر پورٹ پر۔

”جی ہاں۔

”ایئرپورٹ کس میں؟

”اس وقت میں بالکل اکیلی ہوں۔

”اچھا۔ تم نے عدالت کے مطابق لگ لگ ٹوٹی لے

”کی ہے شاید۔

”تپ کا خیال ٹھیک ہے۔

”میں ابھی ایر پورٹ کلام سے بات کرتا ہوں۔

”یہ غصہ نہ کیجیے گا۔ وہ گھبرا گئی۔

”کیا مطلب۔ یہاں غضب کہاں سے ٹپک پڑا؟ انھوں نے

جبران ہو کر کہا۔

”غضب کا کیا ہے۔ کہیں سے بھی ٹپک سکتا ہے۔

”اب میں باتوں میں تو تم سے نہیں جیت سکتا۔

”تو پھر آپ خود تشریف لے آئیں۔ کسی کو کچھ بتائے بغیر۔

”اچھی بات ہے۔

”اور ساتھ میں کچھ خاص آدمیوں کو بھی لے آئیں۔ بوشیٹ

بھی ساتھ ہونا چاہیے۔ گواہ بھی تو ہوں نا۔

”اچھی بات ہے۔ وہ بولے۔

فرزانہ انتظار کرتی رہی۔ پھر آئی جی صاحب پہنچ گئے۔

ابھی تمام سامان باہر ہی رکھا تھا۔ اندر کوئی چیز نہیں لگتی تھی۔

ساتھ لہائی والوں نے تابوت کو گھیر لیا۔

"کیا معاملہ ہے جناب؟ تابوت لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"اس تابوت کی تلاشی لی جائے گی۔

"اس میں صرف لاش ہے۔ اور بس۔"

"ہم تلاشی لیں گے۔"

"آپ پہلے اپنی شناخت کرائیں۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

ساتھ میں اس نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا۔ وہ گنگا کھینکے۔

"اے مسٹر۔ آپ کہاں چلے؟ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"ایک فون کروں گا۔ تاکہ یہاں ہم سے زیادتی نہ ہو سکے۔"

"چپ چاپ کھڑے رہو۔ حرکت تک نہ کرنا۔ ورنہ گولی

بارودوں کی فرزانہ کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔ ایسے میں وہ

ٹیکسی ڈرائیور والے آدھمکا اور یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا،

"یہ۔ یہ کیا۔ آپ تو واقعی پولیس کی لگتی ہیں۔"

"آپ کیسے؟"

"میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ آخر کیا ہیں۔ میں

جلا۔ اس نے کہا اور جانے کے لیے مڑ گیا۔

"ایک منٹ مسٹر۔ فرزانہ نے سر آواز میں کہا۔

"لگ۔ کیا بات ہے؟"

"تم بھی نہیں جانتے۔ اس نے تعجب سے اشارہ کیا ہے کہ

ذرا فز کر۔ لیکن میں تم لوگوں کو فون نہیں کرنے دوں گی۔

فرزانہ نے کہا۔

"بہت خوب فرزانہ۔ بہت اچھی جا رہی ہو۔ آئی جی صاحب

نے خوش ہو کر کہا۔

اس وقت تک تابوت کھول جا چکا تھا۔

"لاش کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔"

"اور جب پوسٹ مارٹم ہو رہا تھا تو کیا اس وقت بے حرمتی

نہیں ہو رہی تھی؟ وہ بولے۔

تابوت کا ڈھکنا اٹھایا گیا۔ اس میں لاش موجود تھی۔

اس کے کپڑے ادھر ادھر کر کے دیکھا گیا، لیکن پوسٹ مارٹم

کے آثار نہیں تھے۔

"اس کا تو پوسٹ مارٹم کیا ہی نہیں گیا۔"

"کمال ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پوسٹ مارٹم کرنے

والے حملے نے کیا کھٹا ہو گا۔ اور ان لوگوں سے انھوں نے

کتنی رشوت لی ہو گی۔"

"تھوڑی بہت رشوت میں تو یہ کام کیا نہیں گیا ہو گا۔"

"میں پہلے فون پر ذرا رپورٹ معلوم کر لوں۔ انھوں نے

بڑا ساندہ بنا کر کہا۔

اور فون پر نمبر ملنے لگا۔ دوسری طرف سے ہر ٹرانزیکشن کی آواز سنائی دی۔
"چیر صاحب۔ تھوڑی دیر پہلے ایک شخص کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے۔ لاش اس کا نام پرووینسر جو چنگ کسویا گیا ہوگا۔"

"میں سر۔ ابھی ابھی ملے نے پوسٹ کی ہے۔ کہ پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے۔ اس نے کہا۔"

"میریانی فرما کر یہ بتادیں۔ وپوسٹ میں کیا کھسا گیا؟ موت دم گھٹنے سے واقع ہوئی ہے؟"

"معلوم کرنے کے لیے لاش کی چیرا پھاڑی تو نہیں کرنا پڑی ہوگی نا۔ وہ بولے۔"

"جی۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ چیرا پھاڑی کے بغیر تو یہ معلوم کیا ہی نہیں جاسکتا۔"

"اچھا تو آپ اس ڈاکٹر اور ملے کو لے کر فوڈ ایر پوسٹ پر پہنچیں۔ میں یہاں موجود ہوں۔"

"خیر تو ہے سر؟"

"خیریت نہیں ہے۔ خیریت کی جگہ گڑبڑنے لے لی ہے۔"

وہ بولے۔

"جی۔ کیا مطلب؟"

"ہی۔ آپ آجائیں؟"

اور پھر انھوں نے رابطہ رکھ دیا۔ جلد ہی وہ اس ڈاکٹر اور ملے کے ساتھ ایر پوسٹ پہنچ گئے۔ ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

"آپ لوگوں نے اس لاش کا پوسٹ مارٹم کیا ہے؟ آئی جی صاحب نے فون کیجے ہیں تو چھا۔"

"جی۔ جی۔ جی۔ اس سے جواب نہ دیں سکا۔"

"آپ۔ دیکھیں۔ انھوں نے ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ سے کہا۔"

"وہ آگے آگے لود لاش کا جائزہ لیا۔"

"یہ۔ یہ کیا۔ اس کو تو چھوا تک نہیں گیا۔"

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔ آئی جی صاحب نے زور کہا۔"

اور وہ

"آپ نے ایسا کیوں کیا۔ کس کے کہنے پر کیا۔ یا کہنے میں ہوا کیا۔ آئی جی صاحب نے حقے کی حالت میں کہا۔"

"مجھے ایسا کرنے کے لیے کہا گیا۔ میں نے رشوت لی۔ اس کے باوجود میں نے یہ کام کیا۔ میں نہیں جانتا۔"

جہاں کیوں ہوا۔

ان ان چار جادو کیا گیا تھا یا بینا اثرم کا عمل کیا گیا تھا تو
اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ تیمور عالم بھی مجرم ہیں یا
مذہب کے ساتھی ہیں۔ فرزند نے چونکہ کہ ان
کی طرف دیکھا
"وہاں تم لوگوں کے ساتھ کیا کیا گیا؟"
"یہ ہمیں معلوم نہیں۔ ہم تو بس کھانا کھا کر پلے

آئے تھے۔
"کیا تم لوگوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی دعوت میں
شریک تھے؟"

"نہیں۔ صرف ہماری دعوت کی گئی تھی۔"
"وہاں کوئی جادوگر قسم کا آدمی تھا؟"
"جی۔ جادوگر قسم کا آدمی۔"

"اس شخص کی شکل کو غور سے دیکھو۔ کیا یہی آدمی وہاں موجود
نہیں تھا؟ فرزند نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔
وہ کچھ دیر تک لاش کے چہرے کو دیکھتے رہے۔

بھر پلے
"نہیں جناب! ہمیں نہیں یاد۔ کہ یہ وہاں موجود تھا
یا نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ انکل، انہیں تو جانے دیں۔ ان

"یہ بھی کوئی بات ہے۔" آئی جی صاحب بولے۔
"بات یہی ہے جناب۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں؟
"اس بات پر تو کوئی پاگل ہاں یقین کر سکتا ہے۔"
"مجھے یقین ہے سر۔ فرزند بول اٹھی۔
"کیا مطلب۔ کیا تم پاگل ہو؟"
"اگر آپ کا خیال یہ ہے تو میں کوئی اعتراض نہیں کروں
گی، لیکن یہ ڈاکٹر صاحب جھوٹ نہیں بول رہے۔ ان کی
آنکھوں سے پتہ چلا اظہار ہو رہا ہے۔"
"ادھو اچھا۔ تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن انہوں نے جھلا
ایسا کس طرح کیا؟"

"بینا اثرم کے زیر اثر ہم کو۔ انہیں پہلے بینا اثرم کی گئی
اور پھر یہ کام کیا گیا۔ پروگرام پہلے سے طے تھا۔
ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں کی کسی نے دعوت وغیرہ کی
ہوگی۔ وہاں یہ عمل کیا گیا ہو گا۔ کیوں جی۔ آپ نے آج
کل میں کوئی دعوت اڑائی تھی؟"
"ان! تیمور عالم صاحب نے ہمیں دعوت پر بلایا تھا۔
اس نے کھوٹے کھوٹے انداز میں کہا۔"

"اوہ۔ تیمور عالم! ان کے منہ سے نکلا۔
ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اگر تیمور عالم کے

بے پردوں کو بیٹا ٹرم کے حال میں چاہنا چاہتا ہے۔
 ہوں۔ اچھا۔ آئی جی صاحب نے اشارہ کیا اور وہ چلے گئے۔
 اب کیا کرنا ہے؟
 اس لاش کو واپس ہسپتال لے کر جائیں گے۔ اس کا
 پوسٹ مارٹم کیا جائے گا۔
 نہیں۔ تلاوت کے ساتھ آئے والے چلا اٹھے۔
 کیوں کیا ہوا۔ اگر اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو کیا
 ہو جائے گا؟
 غضب ہو جائے گا۔ سُرخ آندھی اس پورے شہر
 کو اپنی پلیٹ میں لے لے گی۔ ایک نے کہا۔
 ارے میاں جاؤ۔ آگے بڑھے سُرخ آندھی والے۔ فرناز
 نے فادوق کے انداز میں کہا۔
 آئی جی صاحب نے اشارہ کیا۔ کہ ان سب کو لے چلو۔
 تلاوت لے کر آنے والوں کو حالات میں بند کر کے وہ خود
 ہسپتال پہنچے۔
 اب پھر جادوگر کی لاش کو پوسٹ مارٹم روم میں لے
 جایا گیا۔ دوسرے ڈاکٹر اور عملے کو بلایا گیا۔
 اس لاش کا پوسٹ مارٹم کرنا ہے۔
 آگے کے سر۔

اور بہت اچھی طرح کرنا ہے۔
 جی ہسٹر۔ ڈاکٹر نے کہا۔
 آئی جی صاحب نے ایٹم کے ماہرین کو فون کیا۔ ان کی پڑٹی
 فوراً وہاں پہنچ گئی۔
 آپ اپنے آلات کے ذریعے چیک کریں۔ یہاں کہیں وہ
 یورینیم تو نہیں ہے۔
 یورینیم۔ ان کے منہ سے نکلا۔
 ہاں! ایٹمی پلانٹ سے جو یورینیم چرایا گیا ہے۔ اگر وہ اس
 کمرے پر آبد ہو جائے تو کیا وجہ ہے۔
 لیکن اس کا یہاں کیا کام۔ اسے تو پورے شہر میں
 تلاش کیا جا رہا ہے۔
 جی ہاں! ایسا بھی ہوتا ہے۔ آپ چیک کر لیں۔
 انھوں نے آلات نکالے اور ان کو آگ کیا، ہی تھا کہ
 زور سے چونک اٹھے۔
 ارے! وہ تو یہیں ہے۔
 وہ ملا۔ فرناز تم نے کام دکھا دیا۔ ورنہ یہ سربراہ ملک
 سے باہر چلا گیا تھا۔ آئی جی صاحب چلائے۔
 یہ سب اللہ کی مہربانی ہے انکل۔ ورنہ میں کیا اور میری
 ماں کیا۔ فرناز مسکرائی۔

” لیکن میں تو یہاں یورینیم کہیں بھی نظر نہیں آ رہا۔“
 ” خود سے دیکھیں۔ اس لاش کے اندر آپ کو یورینیم مل جائے گا۔“
 ” اہ۔ اہ۔“
 ” وہ دھک سے رہ گئے۔ عین اس وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔“

رہڑ کا آدمی

خان دھان کی چھٹک نے انسپکٹر جمشید کو ہنسی میں مبتلا کر دیا۔ ان کی آواز نے کمرے میں سکون طاری کر دیا، پھر ایک گرج دار آواز ابھری،
 ” یہ کون بدتمیز ہے؟“
 ” ایک نہیں، زیادہ ہیں۔ اگر اجازت ہو تو اندر آ جائیں۔“
 ” بے تو اجازت نہ ملنے کی صورت میں بھی ہمیں اندر تو آنا ہو گا۔“
 ان الفاظ کے ساتھ وہ اندر داخل ہو گئے۔ اندر موجود لوگوں کے منہ کھٹے کے کھٹے رہ گئے۔
 ” ہم دیے کافی دیر کے آئے ہوئے ہیں۔ اور آپ لوگوں کی کچھ باتیں بھی سن چکے ہیں۔ امید ہے، محسوس نہیں کریں گے، دیے سب سے زیادہ حیرت مجھے یہاں تیمور عالم کو دیکھ کر ہو رہی ہے۔ میں تو سوچا بھی نہیں سکتا تھا کہ

نے فائرنگ شروع کی تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ الٹ گئے۔
اور ان کی رائفلیں انکسٹر مشین اور خان رحمان کے ہاتھوں میں
آجئیں۔

خبردار۔ سب ہاتھ اوپر اٹھا دیں۔
سب نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے، لیکن بوٹا نے نہ اٹھائے۔
اس کا علیہ بالکل ویسا ہی تھا۔ جو انہیں بتایا گیا تھا۔ اس کی
آنکھوں سے مکاری چمکتی تھی۔

کیا بات ہے مشر بوٹا۔ تم نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے۔
"ہی اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔"
"تو پھر گولی آئی۔"
"آجائے۔ اس نے کہا۔

"باقی لوگ ایک طرف ہٹ جائیں، کیونکہ وہ ہاتھ اوپر
اٹھا چکے ہیں اور ہاتھ اوپر اٹھا دینے کا مطلب یہ ہے کہ
میں ان پر اس وقت تک وار نہیں کر سکتا، جب تک کہ وہ
خود کوئی ایسی کارروائی نہ کریں۔"

سب لوگ ایک طرف سمٹ گئے۔ صرف بوٹا الگ
کھڑا رہ گیا، اس کے چہرے پر کوئی خوف نہیں تھا۔ اچانک
اس نے کہا،

"انکسٹر مشین! یہ خیال نہ کر لینا کہ میں نے اپنے جسم

یہ اتنے بڑے چھپے دستہ نکلیں گے۔ آج کل تو کچھ نماز ہی
چھپے رہتوں کا آگیا ہے۔ باقی رہے بوٹا صاحب۔ ان
کی کیا بات ہے۔ ہر فن مولا ہیں۔ تین تین رخ والا
منصوبہ ترتیب دیتے ہیں۔ تاکہ ہم ایک میں الجھ کر دوسرے
میں پھنس جائیں۔ مگر ان کی راہ پر نہ لگ سکیں، ان کا
سراخ نہ لگا سکیں۔ اور ہوتا بھی یہی۔ لیکن ہمارے ایک
سادہ لباس والے نے ٹھانی مور میں کوئی بات محسوس کر لی،
اور ادھر ٹھانی مور نے یہ بات بھانپ لی کہ وہ نظروں میں آ
گیا ہے۔ بس اس نے اسے زہر کے ذریعے ہلاک کر کے
کی کوشش کر ڈالی، لیکن وہ مرنے سے پہلے ٹھانی مور کا نام بتا
گیا۔ ٹھانی مور ادھر کے لیے دعا ہو رہے تھے کہ ہم ان
کے تعاقب میں لگ گئے۔ اس طرح تم لوگ پھنس گئے۔"
"نام خالی ہے جناب۔ پہلی بات تو یہ کہ یوڈیم سے
تو میں نے تم لوگوں کو محروم کر ہی دیا ہے۔ باقی رہ گئی یہاں
کی بات۔ تو ہمیں قبائلیوں میں کرنا اتنا آسان بھی نہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے میں بے تحاشہ فائرنگ
شروع ہو گئی۔ تمام کی تمام گولیاں ان کی طرف آئی تھیں،
لیکن اس سے پہلے وہ فریش پر نوٹ لگا چکے تھے۔ اور لڑھکتے
ہوئے ان دشمنوں کے پیروں کے پاس پہنچ گئے تھے، جنہوں

وہ بڑے ہر وقت ہنسی بھی دکھا دیتا تھا۔ یہ ایسا کوئی اور
انتظام کر دکھا دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ نے قہقہے ہنسا کر
دکھا دی۔

”بھئی! یہی۔۔۔ یہی خائن کرنے لگا ہوں۔ اب بھی
وقت ہے، وقت اور اشداد میرا نشانہ بننا نہیں چاہتا
انہوں نے کہا۔

”تو پھر آج کا دن تمہارے نشانہ بننا چاہئے گا کہ
چھوڑا دلا۔

”ابو اچھا۔ خیر۔ یہ تجربہ بھی ہو جاتا ہے؟
انہوں نے باقاعدہ نشانہ لے کر خائن کیا، یہی نشانہ خط
گیا۔ دوڑا کدو کے فاصلے پر کھڑا نظر آیا۔ وہ اسی کی مہارت
پر جیت زدو رہ گئے۔ انہوں نے پھر ایک خائن کیا۔
وہ اب بھی بڑا گیا۔

”یوں سزا نہیں آئے گا صاحب! ایکسٹرا
”تو پھر کسی طرح آئے گا۔ کدو سکوائے۔

”دنگل خائن کدو۔ اندھا دھند طریقے سے؟

”اچھی بات ہے۔ یہ بھی کر دیکھتا ہوں؟

انہوں نے کہا اور دنگل خائن شروع کر دی۔ اب دنگل
بھئی کی طرح اچھا کدو بننا نظر آیا۔

”آج تو حیران کی یاد سارے ہو گئی؟ ایکسٹرا۔ وہ نے خائن
بھئی کو کہا۔ ان کے چہرے پر ڈرا بھی شرمندگی نہیں تھی،
کہ وہ بڑے سکون اظہار میں مسکرا رہے تھے۔

”حیران۔ وہ تو میرے سہیلے میں ہانگی اتاری تھا۔
یہ تو آپ لوگوں کو دھوکے کے چھوٹے چھوٹے گاموں کا۔ ہاتھوں پینے
راہ گیا تو میرا نام بھڑا نہیں۔ چوڑا دنگل دیکھا۔ اس نے کہا۔
”بہت خوب! یہ کدو سزا نام بھی پڑا گیا۔ کدو ہی تم
کافی باقاعدہ گئے۔ یہ۔۔۔ میرے بچے مل کر بہت خوش ہوں گے
تم سے؟ ایکسٹرا۔ وہ نے کہا۔

”وہ میں کہیں۔ شاید میرے خوف سے سانسے نہیں آ
سکے؟ بڑا بولا۔

”شاید یہی بات ہے۔ اچھا میں چند خائن کدو کر دوں گا اور پھر
اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔
”خود کیوں نہیں؟ اس نے کہا۔

انہوں نے بہت احتیاط سے تاک ”تاک کر چند خائن بہت
جزی کے ساتھ کیے، لیکن ایک بھی گرتی اسے دنگل نہ کی۔
”اب کیا خیال ہے؟ ان کے دنگلے پر وہ بولا۔

”میں اپنی شکست کا اعلان کرتا ہوں۔ تم جا سکتے ہو۔
ایکسٹرا۔ وہ نے کہا۔

"میں ہا سکتا ہوں - کیا مطلب - جانے کا کیا کام -
جب تک میں - اور خیم نہیں سے اڑتا - نہیں جاؤں گا - اب
جو تک تم شکست تسلیم کر چکے ہو ، لہذا یہ گئی میرے حوالے کر
دو دو آتے اور اٹھا دو !
"نہ تو خیر میں نہیں کر سکتا - میں نے صرف فائرنگ کی مد
تک شکست کھائی ہے !
"یہ بات ہے تو پھر ؟ !"

یہ کہہ کر اس نے ان پر چلائی ، ایسے میں انپکٹر
جیشہ نے موقع خوبصورت ہانا اور اس پر ناز ہو کر ہارا -
وہ حیرت زدہ رہ گئے - وہ یہ فائر بھی سماعت نہ کیا اور ان
سے ٹھکرایا - پتوں ان کے آتے سے بھل گیا - ادھر وہ دھڑم
سے گرے - بوڑا ان کے اوپر گرا - لیکن انہوں نے اسے فوراً
ہی اچھال دیا - وہ دیوار سے ٹھکرایا اور اس طرح اچھل کر ان
کی طرف آیا ، جیسے گیند پھینکی گئی ہو - انپکٹر جیشہ نے اسے
دونوں ہاتھوں پر دھکا اور پھر زور دار دھکا دیا - وہ پھر دیوار
سے ٹھکرایا اور ان کی طرف آیا - اس مرتبہ وہ اس کے
درمیان سے بھل گئے ، بوڑا سامنے والی دیوار سے ٹھکرایا -
لیکن اس طرح بھی اس کا کچھ نہ بگڑا - انپکٹر جیشہ دھک سے
رہ گئے -

"انپکٹر جیشہ آ دو ہنس کر دو -
"اے اے ان کے منہ سے نکلا -
"تم نے کبھی بوڑا کا گولی دیکھا ہے ؟
"آج دیکھ لیا ہے !"

"شکر ہے ! تم نے خود ہی مان لیا - اب کیا بیل ہے !
"جب تک ہیرے جسم میں حرکت کر سکیں گی طاقت ہے -
میں مقابلہ کروں گا - انپکٹر جیشہ نے کہا اور ایک ایک قدم
آگے بڑھنے لگے -

"میں بھی تیار ہوں ؟ ! اس نے کہا اور خود بھی ان کے اشار
میں آگے بڑھنے لگا -

دونوں بالکل نزدیک آ گئے - انپکٹر جیشہ نے تیزی
سے اس کے منہ پر ایک بھر پور دھکا مارا - اس کا منہ گھوم
گیا - لیکن وہ اس طرح کھڑا رہا - منہ پھر اپنی جگہ پر
آ گیا -

"جتنے لگے جی میں آئے ، مارو - پھر نہ کنا - حوالہ نہیں
تا - جب میری باری آئے گی تو انپکٹر جیشہ تم ایک ٹھکرا
جی برداشت نہیں کر سکو گے !"

"اچھی بات ہے !"
انہوں نے تباہ توڑ ہنسنے اس کے رید کر دیے ، لیکن

اس کا کچھ نہ بگڑا۔ آخر ان کے ہاتھ رک گئے۔ ہاتھوں میں درد ہونے لگا تھا۔

کیا خیال ہے۔ اب میں باری لے لوں؟
"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں؟"

اس نے ان کے ایک مٹکا دسید کر دیا، لیکن وہ یہ مٹکا صاف بچا گئے۔ اس نے دوسرا مٹکا مارا، یہ بھی خالی گیا، بھر وہ تیزی سے شروع ہو گیا۔ انپکٹر جمشید اچھل کود کر اس کے کتے خالی دیتے چلے گئے۔ اب تو اس کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"انپکٹر جمشید۔ یہ بات ماننا پڑے گی۔ تم بھی کسی سے کم نہیں ہو۔ لیکن بوڑھا کے مقابلے میں تو ہار ماننا ہی پڑے گی۔ وہ بولا۔

وہ تاثر توڑ وار کرتا چلا گیا، لیکن انپکٹر جمشید کے ایک ہاتھ بھی رسید نہ کر سکا۔ آخر رک گیا۔ اور بولا:

"اب فیصلہ کیسے ہو؟"
اچانک اس کی گردن میں ایک پھندا آگرا۔ یہ ریشم کی ڈور سے تیار کیا گیا تھا۔

"فیصلہ ہو گیا۔ فاروق کی آواز سنائی دی۔
"ارے ارے۔ یہ کیا کیا؟" انپکٹر جمشید نے ناخوش گوار

لیے میں کہا۔
"ہمارا مقصد مٹر بوڑھا کی گرفتاری ہے۔ اور وہ مقصد ہم نے حاصل کر لیا ہے۔ محمود لے کہا۔
بوڑھا نے مٹر کر دیکھا۔ پھندا کمرے کے روشن دان سے آ رہا تھا۔

"یہ وار کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔ اور یہ کمرہ یہاں کس طرح پہنچ گئے۔ باہر کھڑے میرے آدمیوں کا کیا ہوتا؟ بوڑھا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جب فائرنگ شروع ہوئی تو ہم نے بھی ان پر فائرنگ کر دی۔ وہ ڈھیر ہو گئے تو ہم اندر آ گئے۔ یہ کوئی سا شکل کام تھا۔ فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اندہ آ کر ہم نے یہ ساری لڑائی اپنی آنکھوں سے دیکھی اور پھر ریشم کی ڈور سے یہ پھندا تیار کر ڈالا۔ اگر آپ دونوں کو اعتراض ہے تو نکال لیتے ہیں؟"

"نہیں۔ اب مجھے شکست کھا کر مزا آ رہا ہے۔ میں نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی، لیکن آج دو بچوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ ہے نا کمال۔ میں اس کمال کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔ میں گرفتاری دیتا ہوں۔ لیکن اتنا سن کر۔
تھادی جیل مجھے اپنے اندر نہیں رکھ سکے گی۔ اور تم نے

مجھے دوسروں کے حوالے کیا۔ ادھر میں نکل بھاگا۔ اور میں پھر آؤں گا۔ کوئی منصوبہ لے کر۔ مجھے جبرست ہے۔ میرا تین دن کا منصوبہ بھی تم لوگوں نے ناکام بنا دیا۔ میرا تو خیال تھا کہ تم تیمور عالم کے کاغذات کی طرف سے تمہیں نہیں بڑا سکونے۔ اور جب۔ یورینیم کی یہ عوری کا پتا پلے گا تو یہی اچھی پلانٹ کا ٹوخ کر دو گے۔ لہذا ہم یورینیم لے کر صاف نکل جائیں گے۔ لیکن تم لوگوں نے اچھی پلانٹ کی طرف دھیان تک نہیں دیا۔

”ہم نے بعد میں دھیان دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ یعنی یورینیم حاصل کرنے کے بعد وہاں جائیں گے اور وہاں سے غذادوں کو باہر نکال پھینکیں گے۔“

”ہوں! تم لوگوں سے یہ ملاقات اور مقابلہ ہمیشہ یاد رہیں گے۔ اور ان کی یاد مجھے تڑپائے گی۔ اس وقت تک۔ جب تک کہ میں انتقام نہ لے لوں گا۔“

”تو اسی وقت کیوں نہیں لے لیتے۔ فاروق نے بُرا سا مزہ بنایا۔“

”اس وقت نہیں۔ یورینیم اگر تمہارے ملک سے نکل چکا ہے تو یہ میری شکست کے باوجود بہت بڑی کامیابی ہے اور اگر نہیں جاسکا تو یہ ایک اور شکست ہوگی اور پھر اڑنے

کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اب شہر چل کر یورینیم کی خبر لے لیں۔ ہوں ٹھیک ہے۔“

آخر یہ تھکاہٹ شہر روانہ ہوا۔ دفتر سے معلوم ہوا۔ سب لوگ ہسپتال میں ہیں۔ وہ ان سب کے ساتھ ہی ہسپتال پہنچے۔ بوڑا کی گردن میں پھندا بدستور موجود تھا۔ انھوں نے دیکھا۔ وہاں سب لوگ جاہلوں کی لاش کے گرد جمع ہیں۔ اور اس کے جسم میں سے یورینیم نکالا جا رہا ہے۔ جو ایک پھانگ کی قبلی میں بند کر کے اس کے پیٹ میں رکھ دیا گیا تھا۔ آنتوں کے اندر۔

”آنت۔ میں یہ بازی بھی یاد گیا۔ بوڑا کے مزے لگتا۔“

”تو یہ ہیں مسٹر بوڑا۔“ فرزانہ بولی۔

”مسٹر بوڑا۔ اس بچی نے لاش کو آگے نہیں جانے دیا۔“

آئی جی صاحب بولے اور پھر ساری کہانی سنا دی۔

”اور یہ بچی کون ہے؟“

”یہ ہماری بہن ہے۔“ فاروق نے خود اُگھا۔

”اوہ! بوڑا کے مزے لگتا۔“

”اب کیا خیال ہے؟“

”اب میں کیا خیال ظاہر کروں گا۔ فرار ہونے کے لیے

بے چین رہوں۔ مجھے جلد جیل بھیج دیا جائے۔“

”کیا مطلب؟“ آئی جی صاحب بولے۔

"اس کا کتا ہے۔ ادھر اسے جیل بھیجا جائے گا۔ اسے جیل سے فرار ہو جائے گا۔"

"تو یہ یہاں سے ہی کیوں فرار نہیں ہو جاتا؟"

"یہاں تو ہر طرف جدید اسلحے سے لیس پہرے دار موجود ہیں۔ ہر طرف سے برسنے والی گولیاں اسے آخر چارٹ ہی جائیں گی! انھوں نے کہا۔"

"ہوں۔ لیکن میں اسے جیل سے فرار بھی نہیں ہونے دلاؤں گا۔ یہ تو وقت بتائے گا جناب؟"

"میں ابھی جیل حکام کو فون کرتا ہوں۔ اور اسے جیل بھیجنے کا انتظام بھی کرتا ہوں۔"

وہ انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ محمود، فادوق اور فرناز ایک طرف اکیلے بیٹھے رہ گئے، کیونکہ باقی مجرموں کو بھی جیل بھیج جانے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔

"اب ہم کیا کریں؟ محمود بولا۔"

"ہمیں اب کچھ کرنے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ فادوق

نے منہ بنایا۔

"کم از کم۔ اتنا فیصلہ تو ہونا ہی چاہیے کہ سہرا کس کے

سر رہے؟ فرناز نے کہا۔

"دھت تیرے کی۔ پھر ذہی سہرا ٹپک پڑا۔ محمود نے

جدا کر اپنی ماں پر ہاتھ مارا، لیکن ہاتھ ترچھا پڑا اور فادوق کی ماں پر جا ٹکا۔

"بہت کچی ہے تمہارا نشانہ۔ دونوں ہاتھوں سے فادوق نے مل کر کہا۔"

"شکر یہ! یہ شق تم اپنی ماں پر کرنے کی کیوں امانت نہیں دے دیتے؟"

"نالتو نہیں ہے۔"

"سہرے کی بات چھوڑ گئی۔ فرناز بولی۔

"عد ہو گئی۔ اسے ہاں یاد آیا۔ یہ سہرا اس سادہ لباس

والے کا حق ہے، جسے ہوٹل کورینٹ میں زبردیا گیا۔ اور جس نے مرنے سے پہلے ایک مجرم کا نام ہمیں بتا دیا۔ محمود نے بلدی بلدی کہا۔

"ہاں واقعی۔ دونوں کے منہ سے نکلا۔

اور وہ اس سادہ لباس والے کے گھر کی طرف چل پڑے۔

